بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ
بدر
قادیان
مصلح موعود نمبر
The Weekly BADR Qadian

جلد 48
شمارہ 5/6

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک 10 پونڈ
یا 20 ڈالر امریکن

16/23 شوال 1419 ہجری 4/11 تبلیغ 1378 ہش 4/11 فروری 1999ء

لندن ۳۰؍ جنوری (ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں الحمد للہ۔

کل حضور نے مسجد فضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے دنیا بھر کے احمدی احباب کو توجہ دلائی کہ یتامیٰ بیوگان اور مساکین کی خبر گیری کی طرف خصوصی دھیان دیں۔ اگر ہو سکے تو کسی یتیم بچے کو گھر پر رکھکر تربیت کریں۔

پیارے آقا کی صحت و تندرستی درازی عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے احباب دعائیں کرتے رہیں اللھم اید امامنا بروح القدس۔

پیشگوئی مصلح موعود

"قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے"

"اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔"

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں مصلح موعود کے بارہ میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔

جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا، ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان::

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہفت روزہ بدر قادیان **اداریہ** 4/11 فروری 1999

اولوالعزم خلیفہ حضرت المصلح الموعودؓ

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار صفات کا حامل بنا کر دنیا میں بھیجا اور آپ کے متعلق آپ کی پیدائش سے قبل ہی عظیم الشان بشارات دیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر جو پیشگوئی مصلح موعود شائع فرمائی آپ اس پیشگوئی کے ایک ایک حرف کے مصداق بنے۔

آپ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولوالعزم بنایا تھا۔ اور یہ صفت آپ کی ساری زندگی میں نمایاں طور پر کار فرما رہی۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ کے سپرد خلافت کی عظیم ذمہ داری سونپی گئی جبکہ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۵ سال تھی۔ پہلے دن سے ہی آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع ہو گئی تھیں۔ حتّٰی کہ منظم طور پر آپ کے اور جماعت کے خلاف سازشیں ہونے لگیں ہر ایسے موقعہ پر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے نہ صرف آپ مردانہ وار سینہ سپر رہے بلکہ ایسی تدابیر اختیار کیں جن سے جماعت کا قدم بھی آگے سے آگے بڑھتا رہا۔

غیر مبائعین کا فتنہ ہو یا مصریوں و مستریوں کا مخالفانہ احراری تحریک ہو یا شدھی کی مخالف اسلام تحریک، جماعتی تربیت ہو یا تبلیغ کا وسیع دائرہ ہر میدان میں آپ کے عزم و ہمّت سے جماعت کو اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابیاں عطا ہوتی رہیں اور آج بھی ہم آپ کی تحریکات کے شیریں اثمار حاصل کر رہے ہیں جماعتی تنظیم اور ذیلی تنظیمیں اور نظارتوں کا قیام آپ کے شاندار کارنامے ہیں۔ جب آپ کو پیارے مسکن دارالامان سے مجبوراً ہجرت کرنی پڑی تو ربوہ کی نہایت سنگلاخ اور ویران زمین کو آباد کر کے نئے سرے سے تبلیغ و اشاعت اسلام کے کاموں کا آغاز کر دیا۔ بایں ہمہ ظاہری لحاظ سے نہ تو آپ کے پاس کوئی اعلیٰ تعلیمی ڈگری تھی نہ ہی کوئی جتھہ یا طاقت مگر خدا کے فضلوں کے سایہ میں مومنانہ عزم و ہمّت اور مصلحانہ قیادت کرتے ہوئے ہر میدان میں فتح پائی خواہ علمی میدان ہو خواہ عملی تربیت کا ہو یا تبلیغ کا، کامیابی آپ کے قدم چومتی رہی۔ آپ نے ۵۲ سال جماعت کی شاندار قیادت فرمائی اور ترقیات کے کئی سنگ میل نصب فرمائے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج جماعت ۱۶۰ ملکوں میں پھیل چکی ہے۔ آپ کے کارہائے نمایاں زندہ جاوید رہیں گے۔ آپ کو بالخصوص جماعت کی تربیت کا بہت فکر تھا۔ فرماتے ہیں:

"ہمارے سامنے اتنا عظیم الشان کام ہے جتنا آج تک کسی قوم کا نہیں ہوا۔ ہماری جو منزل مقصود ہے وہ اتنی دور ہے جتنی اور کسی کی نہیں اور ہماری جو تمنا ہے وہ اتنی اعلیٰ ارفع اور اتنی بلند ہے جتنی اور کسی کی نہیں پس اگر اتنے عظیم الشان کام کیلئے ہم خاص تیاری نہ کریں اتنی لمبی اور اتنی دور کی منزل مقصود کیلئے سستی سے قدم اُٹھائیں اتنے بڑے مقصد اور مدعا کیلئے پوری ہمّت سے کام نہ لیں تو سمجھ لو کیسے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ پس میں تمام جماعتوں سے کہتا ہوں کہ جماعت کی صحیح تربیت کی طرف پوری توجہ دیں"

اب جبکہ لکھوکھا کی تعداد میں فوج در فوج لوگ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے کہ ہر طرح کی سستیاں ترک کرتے ہوئے پوری ہمّت سے کام لیں اور کماحقہٗ نئے آنے والے اپنے بھائیوں کی تعلیم و تربیت کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ

"ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے"

اور ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین

(قریشی محمد فضل اللہ)

رحمت و نصرت کے حصول کی دعا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

وَمَا تَوْ فِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ انْصُرْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَبِّ اَيِّدْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ. رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ طَرَدُوْنِيْ فَاٰوِنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ. رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ لَعَنُوْنِيْ فَارْحَمْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ. اِرْحَمْنِيْ يَا رَبَّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ. اِرْ حَمْنِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَلَارَاحِمَ اِلَّا اَنْتَ. اِنَّكَ اَنْتَ حُجَّتِيْ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ. تَوَكَّلْتُ عَلَيْكَ وَاَنْتَ لَاتُضِيْعُ الْمُتَوَ كِّلِيْنَ.

(حجة الله صفحه ١٦ روحانی خزائن جلد ١٢ صفحه ١٦٤)

ترجمہ: اور مجھے کوئی توفیق نہیں سوائے اللہ کی توفیق کے۔ (اے) میرے ربّ! اپنے حضور سے میری مدد فرما۔ میرے ربّ اپنے پاس سے میری تائید فرما۔ میرے ربّ میری قوم نے مجھے دھتکار دیا ہے۔ پس تو مجھے اپنے حضور پناہ دے۔ اے میرے ربّ میری قوم نے مجھ پر لعنت و ملامت کی ہے پس اپنے پاس سے مجھے رحمت نصیب کر۔ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے مجھ پر رحم کر۔ اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے مجھ پر رحم کر کہ تیرے سوا کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ یقیناً تو ہی دنیا و آخرت میں میری حجت ہے اور تو ہی ارحم الراحمین ہے۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تُو توکل کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا پر معارف منظوم کلام

میں اپنے پیاروں کی نسبت — ہر گز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پر راضی ہوں — اور ان کی نگاہ رہے نیچی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر — شیروں کی طرح غرّاتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں — تو منہ میں کف بھر لاتے ہوں
وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر — امید لگائے بیٹھے ہوں
وہ ادنیٰ ادنیٰ خواہش کو — مقصود بنائے بیٹھے ہوں
شمشیر زبان سے گھر بیٹھے — دشمن کو مارے جاتے ہوں
میدان عمل کا نام بھی لو — تو جھینپتے ہوں گھبراتے ہوں
گیدڑ کی طرح وہ تاک میں ہوں — شیروں کے شکار پہ جانے کی
اور بیٹھے خوابیں دیکھتے ہوں — وہ ان کا جوٹھا کھانے کی
اے میری الفت کے طالب! — یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تو — وہ ان باتوں میں کیسا ہے
گر تیری ہمت چھوٹی ہے — گر تیرے ارادے مردہ ہیں
گر تیری امنگیں کوتہ ہیں — گر تیرے خیال افسردہ ہیں
کیا تیرے ساتھ لگا کر دل — میں خود بھی کمینہ بن جاؤں
ہوں جنت کا مینار، مگر — دوزخ کا زینہ بن جاؤں
ہے خواہش میری الفت کی — تو اپنی نگاہیں اونچی کر
تدبیر کے جالوں میں مت پھنس — کر قبضہ جا کے مقدر پر
گر تو بھی واحد بن جائے — تو میری آنکھ کا تارا ہے
تو ایک ہو ساری دنیا میں — کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو
تو سب دنیا کو دے لیکن — خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

تحریک جدید مستقل تحریک ہے

(ارشاد حضرت مصلح موعودؓ بانی تحریک جدید)

"تحریک جدید کا کام ان مستقل تحریکات میں سے ہے جسمیں حصہ لینے والے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مستحق ہونگے جس طرح بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہؓ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے خاص مورد ہوئے۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

قبولیت دعا کے طریق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱/جولائی ۱۹۱۶ء میں تشہد تعوذ و سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیتِ قرآنی کی تلاوت کی
وَاِذَاسَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ـ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ. (البقرہ: ۱۸۷)
اور پھر فرمایا:

”میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں اس امر کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کو دعا کس رنگ اور کس طریق میں کرنی چاہئے جس کے نتیجے میں قبولیت کا وہ زیادہ امیدوار ہو۔ اور وہ کیا شرائط ہونے چاہئیں جنکے مطابق کی ہوئی دعا خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہو جائے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور ہم اس کی رعایا۔ کسی کی درخواست اور عرضی کو قبول کرنا بادشاہ کا اپنا کام ہے رعایا کا نہ یہ فرض ہے نہ کام ہے اور نہ حق ہے کہ بادشاہ یا حاکم ضرور ہی اس کی درخواست کو قبول کرے۔ اگر وہ ہر بات کو قبول کرے اور ضرور قبول کرے تو گویا وہ نوکر ہوا اور رعایا آقا۔ وہ خادم ہوا اور رعایا مخدوم۔ کیونکہ جو کسی کی ہر ایک بات ماننے کے لئے مجبور ہوتا ہے وہ آقا نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔ آقا خادم کی بات ماننے کے لئے مجبور نہیں ہوتا بلکہ مختار ہوتا ہے۔ اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ چاہے تو قبول کرے اس کے لئے وہ مجبور نہیں ہوتا۔ اور چاہے تو رد کردے اس سے اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نہ صرف آقا ہے اور ہم خادم بلکہ وہ مالک ہے اور ہم غلام۔ پھر وہ خالق ہے اور ہم مخلوق۔ تو جبکہ خادم اور آقا کا تعلق بھی ایسا نازک ہوتا ہے کہ خادم کو کبھی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ میرا آقا میری ہر ایک بات کو ضرور ہی مان لے گا تو ایک انسان کس طرح خیال کر سکتا ہے کہ اس کی ہر ایک بات خدا تعالیٰ کو قبول کر لینی چاہئے۔ اگر کوئی خادم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی ہر ایک بات اس کا آقا مان لیتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ خادم کو ہمیشہ خدمت کے مقام پر کھڑا رہنا چاہئے اور اپنے رویہ طریق اور خیالات کو اسی حد میں محدود رکھنا چاہئے جو اس کی خادمیت کے مناسب ہے، نہ کہ آقا بننا چاہئے۔

خدا تعالیٰ ہر دعا قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے

پس کسی کا یہ امید کرنا یا ایسا خیال کرنا کہ اگر میری تمام دعائیں خدا قبول کرے اور کسی کو رد نہ کرے تب خدا، خدا ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اس طرح کی بات ہے کہ گویا نعوذ باللہ وہ انسان خدا ہے اور خدا اس کا بندہ۔ یہ آقا ہے اور وہ خادم۔ یہ مالک ہے اور وہ غلام۔ کیونکہ جو کسی کی ہر ایک بات ماننے کے لئے مجبور ہوتا ہے وہ بندہ اور غلام ہوتا ہے نہ کہ منوانے والا خادم اور غلام۔ تو یہ امید کرنا ہی باطل ہے کہ میری تمام کی تمام دعائیں قبول ہو جانی چاہئیں۔ یہ خیال کوئی جاہل سے جاہل اور نادان سے نادان انسان تو کرے ورنہ دانا نہیں کر سکتا۔ گو آج کل کے مسلمانوں میں سے بعض اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔ بعض لوگ جو مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ انشاء اللہ دعا کی جائے گی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ابھی تک کام نہیں ہوا، معلوم ہوتا ہے آپ نے دعا نہیں کی، اب آپ ضرور دعا کریں۔ ہم لکھتے ہیں ہمارا کام دعا کرنا ہے وہ کرتے ہیں۔ آگے کام کرنا خدا کے اختیار میں ہے اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ کیا لکھ دیا۔ آپ تو جو چاہیں خدا سے منوا سکتے ہیں۔ پس ہمارا یہ کام بھی کروا دیجئے۔ تو اس قسم کے خیالات ہیں آج کل کے مسلمانوں کے جو اس جہالت کا نتیجہ ہیں جو ان میں پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے کسی کے بزرگ ہونے کے یہ معنی سمجھ رکھے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ خدا سے بھی بزرگ ہے، جو چاہے کروا سکتا ہے۔ حالانکہ بزرگ کے اصل معنے یہ نہیں کہ وہ لوگوں میں سے بزرگ ہے جیسے کہتے ہیں کہ باپ کا بزرگ بیٹا یعنی سب سے بڑا بیٹا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوا کرتے کہ وہ اپنے باپ سے بھی بزرگ ہے۔ بلکہ یہ کہ دوسرے بھائیوں سے بزرگ ہے۔ اسی طرح خدا کے بزرگ کے یہی معنے ہیں کہ اس کی مخلوق سے بزرگ ہے اور خدا اوروں کی نسبت اس کی دعائیں زیادہ قبول کرتا ہے جیسے گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام ہوتے ہیں ان کی باتیں دوسروں کی نسبت بہت زیادہ مانی جاتی ہیں۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ گورنمنٹ ان کی سب کی باتیں مان لے۔ تو یہ ایک باطل عقیدہ ہے جو پھیلا ہوا ہے کہ خدا کو سب دعائیں قبول کرنی چاہئیں۔

پچھلے جمعہ کے خطبہ میں جو میں نے یہ کہا تھا کہ ایسے طریق بتاؤں گا جن سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس سے شاید کسی کے دل میں یہ بات آئی ہو کہ اگلے جمعہ میں کوئی ایسی ترکیب بتا دی جائے گی جس سے جو چاہیں گے خدا تعالیٰ سے منوا لیں گے اور اب یہ سن کر کہ خدا تعالیٰ ہر ایک دعا قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے اور نہ ہی کسی عقل مند کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس کی تمام دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ کوئی کہہ دے کہ پہاڑ کھودنے سے چوہا ہی نکلا ہے یعنی جب کسی بڑی چیز کی امید ہو اور بہت چھوٹی چیز حاصل ہو تو یہی کہا جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے یہ خیال کیا تھا کہ اگلے جمعہ میں کوئی ایسا طریق بتا دیا جائے گا جس سے جو بات چاہیں گے خدا سے قبول کروا لیں گے تو وہ اپنے دل سے اس کو نکال دے کیونکہ یہ کفر ہے اور یہ بات نہ میرے ذہن میں آئی اور نہ ہی کسی ایسے انسان کے ذہن میں آسکتی ہے جو خدا تعالیٰ کی عظمت، جلال اور قدرت سے واقف ہے۔ میرا مدعا تو یہ تھا کہ ایسا طریق بتایا جائے جس سے نسبتاً خدا تعالیٰ زیادہ دعائیں قبول فرمالے۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ میں کوئی ایسا گر جانتا ہوں یا بتا سکتا ہوں یا یہ کہ میرا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے انسان جو چاہے منوا سکتا ہے۔

پس میں پہلے اس بات کو صاف کرنا چاہتا ہوں کہ میں قطعاً کوئی ایسا گر نہیں جانتا کہ جس سے آقا خادم اور خادم آقا بن جائے۔ خالق مخلوق ہو جائے اور مخلوق خالق۔ مالک غلام قرار پا جائے اور غلام مالک۔ کیونکہ آقا، آقا ہی ہے اور غلام، غلام۔ خدا تعالیٰ ازل سے آقا ہے، خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہا ہے، اسی طرح رہے گا۔ انسان ہمیشہ سے خادم، مخلوق اور مملوک رہا ہے اور اس کی یہی حالت ہمیشہ رہے گی۔ حتی کہ جنت میں جب اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر ہوگا تو بھی یہی حالت ہوگی۔ تو اس قسم کا خیال کفر ہے اور میں ہرگز ہرگز اس کا قائل نہیں۔ ہاں ایسے رنگ اور طریق ضرور ہیں کہ جن سے انسان اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے جہاں تک آقا اور مالک، خالق اور مخلوق، مالک اور مملوک کا تعلق ہے اپنی بات منوا سکتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنے باپ سے اور شاگرد اپنے استاد سے منوا لیتا ہے مگر ایسا کوئی بچہ نہیں ہو سکتا جو باپ سے اپنی ہر بات منوالے اور ایسا کوئی شاگرد نہیں ہو سکتا جو استاد سے جو چاہے منظور کروالے۔ کوئی جاہل اور نادان باپ یا استاد ہر ایک بات مان لے تو یہ ایک الگ بات ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ کسی پٹھان نے اپنے لڑکے کو پڑھانے کے لئے ایک استاد رکھا تھا۔ ایک دن استاد نے لڑکے کو سبق یاد نہ کرنے پر اسے سخت پیٹنا شروع کر دیا۔ لڑکا تلوار لے کر مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ استاد بے چارہ جان بچانے کے لئے بھاگا، وہ اس کے پیچھے دوڑا۔ راستہ میں لڑکے کا باپ مل گیا۔ استاد صاحب نے سمجھا کہ اب جان بچ جائے گی۔ اس لئے اس کے پاس جا کر کہنے لگا دیکھئے آپ کا لڑکا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، اس کو روکئے۔ اس نے کہا کہ بھاگو مت ٹھہر جاؤ۔ میرے بیٹے کا یہ پہلا وار خالی نہ جانے پائے۔ تو کوئی بے وقوف ہی ایسا کر سکتا ہے نہ کہ عقل مند۔ پس میں جو دعاؤں کے قبول ہونے کا طریق بتاؤں گا وہ ایسا ہی ہوگا کہ جس سے خدا زیادہ دعائیں قبول کر لے گا، نہ ایسا کہ ہر ایک دعا کو قبول کر لے گا۔

پہلا طریق جس سے دعائیں قبول ہوتیں اور کثرت سے خدا تعالیٰ سنتا ہے وہ تو اس قسم کا ہے کہ ہر ایک انسان اسے اختیار نہیں کر سکتا۔ بلکہ خاص خاص انسان ہی اس پر چل سکتا ہے کیونکہ وہ انسان کے کسب سے متعلق نہیں بلکہ اس کے رتبہ اور مرتبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مرتبہ کا جو انسان ہوتا ہے اس کی نسبت تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ابھی میں نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ انسان کی ہر ایک دعا قبول نہیں ہوتی۔ مگر اب میں نے کہا ہے کہ اس مرتبہ کے انسان کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے ان دونوں باتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن جب میں یہ بتاؤں گا کہ وہ مرتبہ کیا ہے تو آپ لوگ خود بخود سمجھ جائیں گے کہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔

میں نے اس مرتبہ اور مقام کا نام آلہ یعنی ہتھیار رکھا ہوا ہے۔ جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو وہ اسے جہاں چلائے چلتا ہے اور اگر وہ ہتھیار ضرب نہ لگائے تو اس کا قصور نہیں ہوتا بلکہ چلانے والے کا ہوتا ہے۔ لیکن کوئی چلانے والا یہ کبھی نہیں چاہتا کہ وہ کوئی ہتھیار چلائے اور وہ نہ چلے بلکہ وہ یہی چاہتا ہے کہ میں جہاں بھی چلاؤں وہیں چلے۔ اسی طرح انسان پر ایک ایسا وقت آتا ہے جبکہ وہ خدا کے ہاتھ میں بطور ہتھیار کے ہو جاتا ہے۔ وہ نہیں کھاتا جب تک کہ خدا اسے نہیں کھلاتا۔ وہ نہیں پیتا جب تک کہ خدا اسے نہیں پلاتا۔ وہ نہیں سنتا جب تک کہ خدا اسے نہیں سناتا۔ وہ نہیں جاگتا جب تک کہ خدا اسے نہیں جگاتا۔ وہ نہیں سوتا جب تک کہ خدا اسے نہیں سلاتا۔ غرضیکہ اس کی ہر حرکت اور ہر سکون اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ ایسا انسان جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے اس کے کرنے کا حکم ہوتا ہے اس لئے کرتا ہے۔ اور اس کی دعا کا قبول کر لینا خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو دعا مانگی جاتی ہے وہ دراصل خدا ہی نے منگوائی ہوتی ہے۔ پس چونکہ مانگنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے اور دینے والا بھی اللہ ہی۔ اس لئے وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے اور ممکن نہیں کہ قبول نہ ہو۔ مثال کے طور پر دیکھئے۔

• جب کوئی حاکم اپنے ماتحت کام کرنے والوں کا معائنہ کرنے آتے ہیں تو ماتحت اپنی ضروریات کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً فرض کرو ایک ڈپٹی کمشنر تحصیل میں آیا۔ اور تحصیلدار نے اپنی ضروریات اس کے سامنے پیش کیں کہ فلاں چیز کی ضرورت ہے، فلاں سامان خریدنا ہے، فلاں کام کروانا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ وہ ان میں سے کچھ مان لے گا اور کچھ رد کردے گا لیکن کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ڈپٹی کمشنر خود کوئی ضرورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیز بھی ہونی چاہئے اسکے لئے تحصیلدار کو کہتا ہے کہ اس چیز کی منظوری حاصل کرنے کے لئے رپورٹ کردو۔ وہ رپورٹ کر دیتا ہے۔ اب یہ کبھی نہ ہوگا کہ ڈپٹی کمشنر اس رپورٹ کو رد کر دے یا نامنظور کر دے کیونکہ اس کے متعلق وہ خود کہہ گیا تھا کہ کرو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنے بندے کی زبان پر خود دعا جاری کرتا ہے۔ پس جب خود کرتا ہے تو پھر اسے رد نہیں کرتا۔ یہ اس بندے کے قرب اور درجہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے اور اگر وہ کوئی اور دعا کرنے لگے تو خدا تعالیٰ اس کے دل اور دماغ پر ایسا تصرف کر لیتا ہے کہ اس کے منہ سے وہ کلمات ہی نہیں نکلتے جو وہ نکالنا چاہتا تھا بلکہ ایسے کلمات نکلتے ہیں جو قبول ہونے والے ہوتے ہیں۔

تو ایسے انسانوں کے دعا کرنے کے دو طریق

ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ **اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام یا کشف یا وحی یا رؤیا** کے ذریعہ سے انہیں بتا دیا جاتا ہے کہ یہ دعا مانگو۔

دوسرا یہ کہ اگر وہ کوئی ایسی دعا مانگنے کی نیت کرے جو قبول نہ ہونے والی ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا تصرف ہوتا ہے کہ ان کی نیت بالکل بدل جاتی اور یہ خواہش ہی بالکل جاتی رہتی ہے کہ دعا کرے۔ پھر جو الفاظ اور جو طریق اس دعا کے کرنے کے لئے اس کے مدّنظر ہوتا ہے وہ بھول جاتا ہے اور زبان سے خدا کی طرف سے بنے بنائے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں جس سے خود بھی حیران رہ جاتا ہے کہ میں کہنا کیا چاہتا تھا اور کہہ کیا رہا ہوں۔ اس قسم کی دعا میں وسعت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے، اتنی کہ دو دو گھنٹے گزر جاتے ہیں مگر انسان سمجھتا ہے کہ کوئی پانچ چھ منٹ ہوئے ہونگے۔ وقت گزرتے ہوئے بھی پتہ نہیں لگتا کیونکہ وہ ایسا محو ہوتا ہے کہ اس دنیا سے اس کا دل و دماغ بالکل کھنچ جاتا ہے۔ اور صرف خدا ہی خدا اسے نظر آتا ہے۔

مگر یہ کوئی ایسا طریق نہیں ہے جس کے متعلق ہر ایک انسان کو کہہ دیا جائے کہ اس طرح کیا کرو۔ کیونکہ یہ مرتبہ سے تعلق رکھتا ہے جس کا پانا کسی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ پس جبکہ یہ انسانی اختیار میں ہی نہیں تو اس پر عمل کرنا یا کر سکنے کے کیا معنے؟ اس لئے میں یہ طریق بھی نہیں بتاؤں گا بلکہ وہ بتاؤں گا جس میں بندے کا اختیار اور تصرف ہو لیکن اس سے یہ نہیں ہو گا کہ ساری کی ساری دعائیں قبول ہو جاتی ہیں بلکہ یہ کہ زیادہ قبول ہوتی ہیں۔

خدا تعالیٰ اسی کی دعا قبول کرتا ہے جو اس کو راضی رکھتا ہے

پس سب سے پہلا طریق جو میں بتانا چاہتا ہوں وہ اسی آیت میں ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ میرے بندے جب میری نسبت سوال کریں یعنی کہیں کہ خدا کس طرح دعا قبول کرتا ہے تو کہو فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ میں سب سے بہتر مدعا کو پورا کر سکتا ہوں کیونکہ میری ایک صفت یہ بھی ہے کہ میں ہر ایک چیز کے قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کے بھی اور جس مدعا کے لئے دعا کی جائے اس کے بھی۔

یہاں ایک سوال ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ ہر ایک قریب ہونے والا تو فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ایک چپڑاسی بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا کہ کسی کرسی پر بیٹھ سکے۔ اسی طرح چتر اٹھانے والا وزیر سے بھی زیادہ بادشاہ کے قریب بیٹھا ہوتا ہے مگر کیا وہ وزیر کی کرسی پر بیٹھنے کی جرأت کر سکتا ہے؟۔ ہرگز نہیں۔ تو انسان کے خدا کے نزدیک ہونے سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ اس کی دعا بھی قبول کر لے گا اور وہ اس وجہ سے فائدہ حاصل کر لے گا۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے ایک ایسا گرُ بتایا ہے جس میں اس سوال کا جواب بھی آ جاتا ہے اور جو عام طور پر فطرت انسانی میں کام کرتا نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ تم میری ہر ایک بات مان لیا کرو۔ اور جو حکم ہم نے تمہارے لئے بھیجے ہیں ان پر عمل کرو۔ اور اپنے تمام حرکات و سکنات کو شریعت کے ماتحت لے آؤ تو پھر تمہاری دعا میں قبولیت بہت بڑھ جائے گی۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ خادم کو انعام اس وقت ملا کرتا ہے جبکہ آقا خوش ہوتا ہے۔

اگر کوئی خادم اپنے آقا کو ناراض کر کے مانگتا ہے تو محروم رہتا ہے اس طرح کبھی کسی کو انعام نہیں ملا کرتا کیونکہ ناراضگی کا وقت ایسا نہیں ہوتا جبکہ انعام و اکرام دیا جائے۔ چھوٹے بچوں ہی کو دیکھ لو۔ انہیں کوئی سمجھ نہیں ہوتی لیکن اگر ماں باپ سے کچھ مانگنے آئیں اور انہیں غصہ میں دیکھیں تو چپکے ہو کر الگ بیٹھ جاتے ہیں لیکن جب خوشی میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ چیز لے دو وہ لے دو۔ تو بچے بھی سمجھتے ہیں کہ غصہ میں ہماری بات نہیں مانی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کوئی بلا وجہ نہیں ہوا کرتی۔ اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اس کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ پس دعا میں قبولیت حاصل کرنے کا ایک رنگ یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال پر غور کرے کہ کوئی فعل اس سے شریعت کے خلاف تو نہیں ہو گیا۔ ہر ایک کام جو وہ کرے شریعت کے ماتحت کرے جب یہ حالت پیدا ہو جائے گی تو اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔ جس طرح ایک محنتی طالب علم جو اچھی طرح سبق یاد کر کے لاتا ہو۔ استاد کے نزدیک اس کی بات زیادہ مانی جاتی ہے بہ نسبت اس لڑکے کے جو یاد کر کے نہ لاتا ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر طلباء نے چھٹی لینی ہو تو جو لڑکا لائق ہو اسے استاد کے پاس بھیجتے ہیں تا کہ وہ چھٹی مانگے۔ اس کی ایک وجہ ہوتی ہے اور وہ یہ کہ طالب علم سمجھتے ہیں کہ اگر ایسے لڑکوں نے چھٹی مانگی جو سکول کا کام اچھی طرح نہیں کرتے تو استاد کہے گا کہ پڑھائی سے بچنے کے لئے چھٹی لیتے ہیں۔ اور اگر لائق لڑکے مانگیں گے تو پھر ایسا خیال نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ استاد پہلے بھی ان پر خوش ہوتا ہے اس لئے رخصت دے دے گا۔ خدا تعالیٰ بھی اسی کی دعا قبول کرتا ہے جو اس کو راضی رکھتا ہے۔ اس لئے فرمایا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ میرے بندوں کو چاہئے کہ اگر وہ اپنی دعاؤں کو قبول کروانا چاہتے ہیں تو میری باتیں مان لیا کریں۔ اگر یہ میرے احکام کو قبول کریں گے اور ان پر عمل کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کی دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو مومن کا ولی قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے دوست اسے نہیں کہتے جو ہر ایک بات مان لے بلکہ اسے کہتے ہیں جو کچھ مانے اور کچھ منوائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو مومنوں کا ولی فرماتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی باتیں بندہ کی میں مان لیتا ہوں اور بہت سی اسے ماننی چاہئیں۔ خدا فرماتا ہے کہ جو مجھے پکارتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ مگر اس کے قبول ہونے کا طریق یہ ہے کہ وہ بھی میری باتیں قبول کرے۔ وہ میرے احکام کو مانے پھر اسے جو تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آئیں گی ان کو میں دور کروں گا۔ گویا خدا تعالیٰ ایک عہد کرتا ہے کہ تم میری باتیں مانو میں تمہاری مانوں گا تو دعا کے قبول ہونے کا یہ پہلا گُر خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتا دیا ہے۔

خدا تعالیٰ بندہ کے یقین پر دعا قبول کرتا ہے

دوسرا گُر بھی اسی آیت میں ہے اور وہ یہ کہ فرمایا وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ۔ اگر میرے بندے دعا قبول کروانا چاہتے ہیں تو اس کا دوسرا طریق یہ ہے کہ مجھ پر ایمان بھی لائیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ زائد الفاظ ہیں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تمام باتیں مانے گا ضرور ہے کہ وہ ایمان بھی لائے گا اور جو ایمان نہیں لائے گا وہ مانے گا بھی نہیں۔ مثلاً جو نماز پڑھے گا، روزے رکھے گا، زکوٰۃ دے گا، حج کرے گا وہ یونہی نہیں کریگا اور نہ ہی رسمی طور پر۔ کیونکہ رسمی طور پر کرنے کی خدا تعالیٰ نے پہلے ہی نفی فرما دی ہے۔ کیونکہ پہلے یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم شریعت کے حکموں پر عمل کرو گے تو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بلکہ لفظ ہی ایسا رکھا ہے جو شریعت پر عمل کرنا بھی ظاہر کر دیتا ہے اور رسم کے طور پر عمل کرنے کا رد بھی کر دیتا ہے۔ یعنی استجابت۔ اس کے معنے ہیں کہ ایک طرف سے آواز آئے اور دوسرا اس کو قبول کر کے اس پر عمل کرے۔ نہ یہ کہ کسی کے اپنے نفس میں رحم اور سخاوت ہے تو وہ بھی اس کا مصداق ہو سکے اور نہ ہی رسمی یا عادت کے طور پر کوئی کام کرنا اس میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری آواز سنے اور اس پر عمل کرے اس کی دعا قبول ہو گی۔ اس طرح ایک ناقص ایمان والا شخص جو رسمی طور پر شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے۔ یا ایک دہریہ جو یونہی لوگوں کے ڈر سے نماز پڑھ لیتا ہے داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ کے فرمانے کا کیا مطلب ہوا۔ جب پہلے سے ہی یہ شرط موجود ہے کہ دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جبکہ استجابت ہو۔ اور استجابت اس وقت ہوتی ہے جب ایمان باللہ ہو۔ تو پھر ایمان لانے کے کیا معنی۔ استجابت جب ایمان لانے کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی تو پہلے ایمان ہونا چاہئے اور بعد میں استجابت۔ نہ کہ پہلے استجابت اور بعد میں ایمان۔ اس صورت میں ایک ظاہر بین کو اختلاف نظر آتا ہے لیکن یہ بات غلط ہے۔

یہاں خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے اس کی شریعت پر ایمان لانا مراد نہیں ہے بلکہ دعا کے قبول ہونے کا ایک اور گر بتایا ہے جس کے نہ سمجھنے سے بہت سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور ان کی دعائیں ردّ کی گئی ہیں۔ وہ گر یہ ہے کہ انسان شریعت کے تمام احکام پر عمل کرے اور دعائیں مانگے مگر ساتھ ہی اس بات پر ایمان بھی رکھے کہ خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ شریعت کے احکام پر بڑی پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خشیت اللہ بھی ہوتی ہے۔ بڑے خشوع و خضوع سے دعائیں بھی کرتے ہیں مگر پھر یہ کہتے ہیں کہ فلاں اتنا بڑا کام ہے اس کے متعلق دعا کہاں سنی جا سکتی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں ہماری دعا خدا کہاں سنتا ہے۔ اس قسم کا کوئی نہ کوئی خیال شیطان ان کے دل میں ڈال دیتا ہے جس سے ان کی دعا میں قبولیت نہیں رہتی۔ اس نقص سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس بات پر بھی ایمان رکھو کہ جب تم ہمارے احکام پر اچھی طرح چلو گے تو میں تمہاری دعائیں قبول کر لوں گا۔ جب یہ یقین ہو تو پھر دعا قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی زبان سے دعا تو کرتا ہے لیکن اسے یقین نہیں کہ خدا اس کی دعا کو قبول کرے گا تو کبھی اس کی دعا قبول نہ ہو سکے گی کیونکہ خدا تعالیٰ بندہ کے یقین پر دعا قبول کرتا ہے۔ اگر کسی کو یقین ہی نہ ہو تو لاکھ ماتھا رگڑے کیونکہ جس کو خدا پر امید نہیں ہوتی اس کی دعا وہ نہیں سنتا۔

فرماتا ہے لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف :۸۸) اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کوئی ناشکرا انسان ہی ناامید ہوتا ہے ورنہ جس نے اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے اس قدر نشان دیکھے ہوں جن کو وہ گن بھی نہیں سکتا وہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ میرا فلاں کام خدا نہیں کرے گا اور فلاں دعا قبول نہیں ہو گی۔ خواہ اس کی کیسی ہی خطرناک حالت ہو اور کیسی ہی مشکلات اور مصائب میں گھرا ہوا ہو پھر بھی وہ یہی سمجھتا اور یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ سے بھی یہ سب کچھ دور ہو سکتا ہے اور خدا ضرور دور کرے گا۔ اور اگر اسے دعا کرتے کرتے بیس سال بھی گزر جائیں تو بھی یہی یقین رکھتا ہے کہ میری دعا ضائع نہیں جائے گی۔ اور اس وقت تک دعا کرنے سے باز نہیں رہتا جب تک کہ خدا تعالیٰ ہی منع نہ کر دے کہ اب یہ دعا مت کرو۔ گو اس کی دعا قبول نہ ہو لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کے کلام کا شرف تو حاصل ہو گیا کہ خدا نے فرما دیا کہ اب دعا نہ مانگو۔ تو جب تک خدا تعالیٰ نہ کہے اس وقت تک دعا کرنے سے نہیں رکنا چاہئے۔

تھک کر یا مایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ نہ دیں

دعا قبول نہ ہو تو بھی انسان کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ دعا کرنا چھوڑ دے۔ کیونکہ اگر اب قبول نہیں ہوئی تو پھر سہی، پھر سہی۔ دیکھو بعض اوقات جب بچہ ماں سے پیسہ مانگتا ہے تو اسے نہیں بھی ملتا۔ لیکن اس کے بار بار کے اصرار پر مل ہی جاتا ہے اسی طرح انسان کو کرنا چاہئے۔ اگر ایک دفعہ دعا قبول نہ ہو تو دوسری دفعہ سہی، دوسری دفعہ نہ ہو تو تیسری دفعہ سہی۔ تیسری دفعہ نہ سہی تو چوتھی دفعہ سہی حتیٰ کہ کبھی تو ہو ہی جائے گی۔ اس لئے مانگنے سے نہیں رکنا

باقی صفحہ نمبر ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

تبتّل خدا کی خاطر کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خدا نے جو کارخانۂ قدرت جاری فرمایا ہے اس سے انسان مستغنی ہو جائے

سچا صبر عبادت کے ذریعہ نصیب ہو سکتا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۷/ نومبر ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۷/ نبوت ۱۳۷۷ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

یہ سورہ البقرہ آیت ۱۷۳ ہے جس کی میں نے تلاوت کی ہے۔ اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ جو اللہ نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے طیّبات کھایا کرو وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اور اللہ کا شکر ادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر واقعۃً تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ یہاں كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کے دو ایسے واضح معانی ہیں جو پیش نظر رہنے ضروری ہیں۔ اول یہ کہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے بہترین کھایا کرو۔ رزق میں ہر قسم کے رزق شامل ہیں اور اچھا بھی، اور اَور بھی اچھا، اس سے بھی اچھا تو یہ بات یہاں بہترین کے معنوں میں ہے جو پاکیزہ ہو، جو تازہ ہو، جس میں سے خوشبو آرہی ہو، صحت کے لئے مفید ہو۔ یہ ساری باتیں لفظ طیّبٰت کے تابع ادا ہوتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے ہر قسم کا رزق کھانے کی بجائے مومن کی شان یہ ہے کہ اس میں سے بہترین حصہ کھائے۔ دوسری بات یہ ہے كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کہ مومنوں کو تو اللہ تعالیٰ طیب رزق ہی عطا فرماتا ہے اور یہاں طیب سے مراد ہے اس میں غیر اللہ کی کوئی ملونی نہیں، کسی غیر کا کوئی احسان شامل نہیں، ایسا پاکیزہ رزق ہے کہ جسے خالصۃً اللہ تعالیٰ نے مومن کو عطا فرمایا ہے اور اس کی کمائی کے پاکیزہ ہونے کی طرف از خود اس میں اشارہ موجود ہے۔ اگر مومن کی کمائی پاکیزہ نہیں تو رزق کیسے پاکیزہ ہو جائے گا۔ گندی کمائی کا خریدا ہوا رزق خواہ بظاہر پاکیزہ ہو دنیا کا بہترین رزق بھی ہو مگر اگر گندی کمائی سے خریدا ہے تو اس کا اثر گندہ ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی برکت باقی نہیں رہتی۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے وہ طیّب ہے اور طیّب ہی رہنا چاہئے کیونکہ جو ہم عطا کرتے ہیں اس میں ناجائز کی ملونی نہیں ہوا کرتی۔ پس جو رزق تم کماؤ لیکن بظاہر تم کما رہے ہو اور پاک بھی ہو اگر رزق گندی کمائی سے کمایا گیا ہے تو وہ ہمارا رزق نہیں ہے پھر۔ یعنی اوّل پیدا تو خدا ہی کرتا ہے مگر وہ رزق نہیں جو بندوں کو دینا چاہتا ہے اس لئے بندوں کی نیتوں کی یا ان کے اعمال کی ملونی سے رزق گندہ ہو جایا کرتا ہے۔ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اور اللہ ہی کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ کا ہی شکر ادا کرو میں مضمون واضح ہے اور پہلی بات سے متعلق ہے کہ جب اللہ ہی عطا کرتا ہے اور سچا اور پاک رزق اللہ ہی دینے والا ہے تو پھر غیر اللہ کے شکر کی حاجت کوئی نہیں رہتی۔ کسی محسن کے حقیقی شکر کی حاجت نہیں رہتی۔ اگر کسی محسن کا شکر ادا کرنا ہے تو اللہ کے فرمان کے مطابق ادا کرنا ہے یعنی دنیا کے تقاضے بھی پورے کرنے ہیں تو محض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تقاضے پورے کئے جائیں مگر دلوں کا رجحان خدا ہی کی طرف رہنا چاہئے اور حقیقی شکر اسی کا ادا ہونا چاہئے کیونکہ سب کچھ عطا کرنے والا اور سب پاکیزہ چیزیں عطا کرنے والا وہی ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر واقعۃً تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کی نفی کرتے ہو اور محض خدا کی خاطر اپنی زندگیوں کو ڈھالتے ہو، اپنی ساری طاقتیں اس کے حضور سر بسجود کر دیتے ہو تو اس صورت میں پھر غیر اللہ سے ایک قسم کا انقطاع ہو جائے گا۔ تبتّل کے ایک معنیٰ یہ بھی ہیں یا تبتّل کے زیادہ تفصیلی معنے اور گہرے معنے یہ بھی ہیں یعنی بیک وقت دنیا سے علیحدگی مگر اس کے باوجود دنیا سے تعلقات۔

اور جس رزق کا ذکر فرمایا جا رہا ہے انسان کما کیسے سکتا ہے اگر وہ دنیا میں پڑ کے اس کے کام نہ ادا کرے۔ تو بہت ہی دلچسپ تعلقات ہیں یہ اس آیت میں شکر کے اور پچھلی آیت جو میں نے بیان کی تھی، پڑھی تھی تَبَتَّل اِلَى اللّٰه کی۔

اگر تَبَتَّل اِلَى اللّٰه کا یہ مطلب ہو تا کہ تمام دنیا کے کاروبار سے ہٹ کر، بے نیاز ہو کر تم خدا ہی کی طرف کلیۃً ہو جاؤ، جھک جاؤ تو وہ رزق کہاں سے آئے گا جو تم نے خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اگر دنیا سے تعلقات ٹوٹنے کا مطلب ہے زندگی کے کاروبار سے الگ ہو جاؤ تو پھر تو انسان اس قابل ہی نہیں رہتا کہ خود کچھ کھا سکے یا اپنی بیوی بچوں کو کچھ کھلائے۔ تو کون سی طیّبات ہیں جو اسے حاصل ہونگی آسمان سے تو نہیں اتریں گی وہ اس طرح کہ چھپڑ پھاڑ کے اس کو کھانے مل رہے ہوں مگر یہ طیبات آسمان ہی سے اترتی ہیں۔ ایک عارف باللہ کو دکھائی دیتا ہے کہ خدا ہی نے سب کچھ اتارا ہے ان معنوں میں آسمان سے اترتی ہیں مگر دنیا سے منہ موڑ کر الگ بیٹھنے والے کے لئے آسمان سے کچھ نہیں اترا کرتا اور دنیا سے ان معنوں میں منہ موڑنا تبتّل نہیں بلکہ تکبّر ہے کیونکہ تکبّر ان معنوں میں کہ انسان سمجھتا ہے کہ میں نے جب دنیا سے تعلق قطع کر لیا ہے تو اب اللہ کا فرض ہے کہ وہ مجھ پر اتارے اور جس طرح بھی ہے میرا رزق چلائے، اللہ کا فرض نہیں ہے۔

تبتّل خدا کی خاطر کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خدا نے جو کارخانۂ قدرت جاری فرمایا ہے اس سے انسان مستغنی ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ کارخانۂ قدرت سے انسان بے نیاز ہو تو یہ تکبّر ہے۔

اس لئے اللہ کے سارے پاک بندے دنیا کے کاروبار ضرور کرتے رہے اور کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں دنیا سے ایک تعلق تو رہتا ہے جو کاٹا جا ہی نہیں سکتا۔ اگر کاٹو گے تو یہ تکبّر ہے تبتل نہیں ہے۔ یہ مضامین ہیں جن کو یہ دونوں آیات کلیۃً گھیر رہی ہیں یعنی وہ آیت جس کی میں نے پہلے تلاوت کی تھی وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً اور یہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. (البقرہ آیت ۱۷۳)

اب اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کمالِ تَبَتَّلْ پر دلالت کر رہا ہے۔ آپؐ نے کیا تَبَتَّلْ کیا، کس طرح دنیا سے کاٹے گئے، کس طرح خدا کی طرف الگ ہوئے، اس اقتباس کو پڑھ کر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کو ہر طرح سے کلیۃً چھوڑ دینے کا نام تَبَتَّلْ ہے۔ اور اس شبہ کے ازالے کی خاطر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی بعض دوسرے اقتباسات میں نے اس کے بعد رکھے ہیں تاکہ وہ پڑھ کر اس تَبَتَّلْ کے تصور سے جو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ دور ہو جائے۔

ریویو آف ریلیجنز جلد اول صفحہ ۱۷۸ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان درج ہے۔ ’’آنحضرت ﷺ اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کے وجود میں نفس، مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا‘‘۔ اگر نفس کا اور اسباب کا، جن اسباب کو اختیار کرنے کے ذریعے انسان کو رزق ملتا ہے اور اس کے مطالب حل ہوتے ہیں ان کا اور مخلوق کا، خدا تعالیٰ کی مخلوق کا بھی کوئی حصہ نہیں رہا۔ اگر یہ ظاہری لفظوں پر محمول مطلب لیا جائے تو تبتل کا وہ مضمون جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود دوسری جگہ بیان فرما رہے ہیں بالکل باطل ٹھہرے گا اور اللہ اور اس کے بندوں کے کلام میں کبھی تضاد نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے میں نے اسی مضمون کی وضاحت کی خاطر یعنی مزید وضاحت کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آج کے خطبے میں سنانے کے لئے رکھے ہیں۔

حضورؑ فرماتے ہیں ’’انسان کا کمال بھی یہی ہے‘‘۔ ’’انسان کا **کمال** بھی یہی ہے‘‘ اور جب لفظ

کمال کہا جائے تو سب سے اول نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذہن میں ابھرتا ہے کہ انسان کامل بھی ؤہی تھے اور کمال بھی انسان کامل ہی نے دکھایا تھا۔ ”انسان کا کمال بھی یہی ہے کہ دنیوی کاروبار میں بھی مصروفیت رکھے“۔ یعنی یہ مضمون عام بھی ہے تمام انسانوں پر یکساں چسپاں ہو رہا ہے اس کی نفی نہیں مگر اس میں جو مرکزی اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے موجود ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے اقتباسات میں زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ ”دنیوی کاروبار میں بھی مصروفیت رکھے اور پھر خدا کو بھی نہ بھولے۔ وہ ٹٹو کس کام کا ہے جو بروقت بوجھ لادنے کے بیٹھ جاتا ہے“۔ جب بھی اس پر بوجھ ڈالا جائے اس وقت بیٹھ جاتا ہے۔ جب بوجھ اتار دیا جائے تو خوب دوڑتا پھرتا ہے۔ ”اور جب خالی ہو تو خوب چلتا ہے وہ قابل تعریف نہیں“۔

یہاں کون سا بوجھ ہے جس کا ذکر فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ خدا کے ذکر کی خاطر ان معنوں میں ہلکا ہو جانا کہ وہ دنیا کی ذمہ داریاں جو اللہ ہی نے اس پر ڈالی ہیں وہ اتار پھینکے اور پھر گویا ہلکا پھلکا ہو کے اللہ کی طرف دوڑنے یہ ہرگز تَبَتّل نہیں۔ یہ اس ٹٹو والی بات ہے جس پر جب بوجھ ڈالو بیٹھ جائے گا جب اتار دو گے تو چل پڑے گا۔ پھر فرمایا ”وہ فقیر جو دنیوی کاموں سے گھبرا کر گوشہ نشین بن جاتا ہے“۔ اب دیکھیں کتنی بات واضح ہو گئی ہے۔ ”وہ فقیر جو دنیوی کاموں سے گھبرا کر گوشہ نشین بن جاتا ہے وہ ایک کمزوری دکھلاتا ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ ہم کبھی نہیں کہتے کہ عورتوں کو، بال بچوں کو ترک کر دو اور دنیوی کاروبار کو چھوڑ دو۔ نہیں۔ بلکہ ملازم کو چاہئے کہ وہ اپنی ملازمت کے فرائض ادا کرے اور تاجر اپنی تجارت کے کاروبار کو پورا کرے لیکن دین کو مقدم رکھے“۔ یہ ہے تَبَتّل۔ ساری ذمہ داریاں دنیا کی سرانجام دے اپنے اہل وعیال کی ذمہ داریاں بھی پوری طرح ادا کرے لیکن جہاں ان کا اللہ کی محبت سے ٹکراؤ پیدا ہو وہاں ان ذمہ داریوں کو اتار پھینکے اور اللہ کی محبت کو اختیار کر لے۔

اس مضمون کو مزید واضح فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ ”اس کی مثال خود دنیا میں موجود ہے کہ تاجر اور ملازم لوگ باوجود اس کے کہ وہ اپنی تجارت اور ملازمت کو بہت عمدگی سے پورا کرتے ہیں پھر بھی بیوی بچے رکھتے ہیں اور ان کے حقوق برابر ادا کرتے ہیں“۔ یہاں مراد یہ ہے کہ دنیا کے شریف لوگ یہ کام کیا کرتے ہیں مگر جو شریف نہ ہوں وہ تو یہ کام نہیں کرتے اور آج کل ان کی اکثریت ہے۔ وہ دنیا کمانے میں اتنا محو ہوتے ہیں کہ وہ دنیا کی خاطر دنیا کماتے ہیں نہ کہ بیوی بچوں کے حالات سدھارنے کی خاطر۔ اور نتیجۃً جس حد تک ان سے ممکن ہو بیوی بچوں سے الگ ہی رہتے ہیں۔ تو اس میں یہ مفہوم داخل ہے کہ دنیا میں وہ لوگ جو ذمہ دار ہوں وہ یہ کرتے ہیں اس لئے دین میں وہ لوگ جو ذمہ دار ہیں ان کو یہ کرنا چاہئے کہ دنیا کے لئے جو محنت کریں مقصد اعلیٰ ہی ہو کہ اللہ کی رضا کی خاطر وہ دنیا کے کاروبار میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس طرح کماؤں اس لئے میں اسے کماتا ہوں ورنہ اگر میں ہاتھ توڑ کر بیٹھ جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے آسمان سے کوئی رزق نہیں اتارے گا۔

یہ مضمون ہے جس کو خوب اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے ورنہ ہمارے وہ مخلص احمدی جو یہ مضمون سنیں گے تو خطرہ ہوتا ہے بعض دفعہ کہ وہ سارا کاروبار چھوڑ کے گھر نہ بیٹھ جائیں۔ اگر وہ چھوڑ کے بیٹھ جائیں گے تو دین کے کام کون چلائے گا۔ ”ایسا ہی ایک انسان ان تمام مشاغل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حقوق کو ادا کر سکتا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر بڑی عمدگی سے اپنی زندگی گزار سکتا ہے“۔ (بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴ر مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)۔ اس کے بعد فرمایا ”ہم یہ نہیں کہتے کہ زراعت والا زراعت کو اور تجارت والا تجارت کو، ملازمت والا ملازمت کو اور صنعت وحرفت والا اپنے کاروبار کو ترک کر دے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ“۔ کہ ان کو نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی سودا یا دنیا کا کاروبار اللہ کے ذکر سے غافل کر سکتا ہے۔ فرمایا یہ معاملہ ہو ”دست بکار دل بیار والی بات ہو“۔ کہ کام تو ہاتھ پر ہے اور دل یار کی طرف ہے۔

یہ جو صورت حال ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدی تاجر اور کاروبار کرنے والے کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں اور دنیا میں بھی احمدی کی مانگ بڑھ جاتی ہے۔ اگر انسان دفتر میں بیٹھا کام ترک کر دے۔ کوئی پوچھے اس سے کیا کر رہے ہو۔ کہے کہ جی میں تو اللہ کو یاد کر رہا ہوں۔ وہ کہے گا پاگل میں نے تمہیں روٹی دی ہے رزق دیتا ہوں اس واسطے کہ تو نے میرا کام کرنا ہے اگر اس طرح اللہ کو یاد کرنا ہے تو گھر جاؤ، چھٹی کرو۔ تو یہ تو انتہائی بے وقوفی ہو گی۔ اگر یہ طریق کار جماعت اختیار کرنا شروع کرے تو ساری جماعت نکمی ہو کے گھر بیٹھ جائے گی۔ اس کے بالکل برعکس مضمون ہے۔

”دست بکار دل بیار“ یہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بہترین نسخہ عطا فرمایا ہے اور جو دست بکار رکھتا ہے اور دل بیار رکھتا ہے اس کا دست بکار ہونے میں جو مرتبہ اور مقام ہے وہ دنیا میں دست بکار ہونے والے سے بہت اونچا ہو جاتا ہے۔ تو جب ہر لمحہ اللہ کو یاد کر رہا ہوتا ہے تو اللہ کا حکم ہے کہ جو کام کسی کا کرو امانت سے کرو، جو تمہیں دیا جائے اس کا پورا بدلہ اتارو، اس کی پوری قیمت ادا کرو۔ اگر وہ یہ کر رہا ہے تو جوں جوں اللہ کی طرف خیال جاتا ہے ساتھ ہی اس کے کام کی ذمہ داری کی طرف بھی خیال بڑھے گا، وہ کم نہیں ہو گا۔ اس کے نتیجے میں احمدی ملازمین اور کاروبار کرنے والوں کی قیمت اور قدر دنیا کی نگاہ میں بڑھتی ہے، کم نہیں ہوتی اور ایسے معاملات اکثر میرے سامنے آتے رہتے ہیں۔ بعض نوجوانوں نے بتایا کہ جب ہم شروع میں انٹرویو دے رہے تھے تو انٹرویو لینے والے نے کوئی خاص دلچسپی نہیں دکھائی مگر چونکہ کامیاب ہو گئے تھے اس لئے ہمیں ملازمت دے دی لیکن جب ملازمت کے بعد مالکوں نے دیکھا، کہ بیحد ذمہ داری سے کام کرتا ہے یہ شخص، ایسی ذمہ داری سے اور کوئی ایسا نہیں کرتا۔ تو دن بدن ہماری قدر بڑھتی رہی اور اس کے نتیجے میں ہمیں ترقیات بھی جلد جلد ملنی شروع ہو گئیں۔

یہ جو مضمون ہے بہت پھیلا ہوا ہے جماعت احمدیہ عالمگیر پر برابر اطلاق پا رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تَبَتّل کے نتیجے میں آپ کے رزق کم نہیں ہوئے بلکہ بہت بڑھ گئے ہیں۔ یہ تَبَتّل ہے جس کو اختیار کئے رکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے اموال میں بہت برکت پڑے گی اور جو اس طرح اللہ کے ذکر سے اموال بڑھیں وہ تو ویسے ہی بابرکت ہوتے ہیں۔ ان کا تھوڑا بہت ہوتا ہے لیکن وہ تھوڑا رہتا نہیں۔ اللہ اس تھوڑے کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ پس یہ خدا کی راہ میں برکت کا مضمون ہے۔ فرمایا ”تاجر اپنے کاروبارِ تجارت میں اور زمیندار اپنے امور زراعت میں اور بادشاہ اپنے تختِ حکومت پر بیٹھ کر غرض جو جس کام میں ہے اپنے کاموں میں خدا کو نصب العین رکھے اور اس کی عظمت اور جبروت کو پیش نظر رکھ کر اس کے احکام اور اوامر اور نواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے جو چاہے کرے“۔

محاورہ ہے ”اللہ سے ڈر اور سب کچھ کر“ تو یہ محاورہ آپ نے استعمال فرما کر اس محاورے کے صحیح معنے بھی ہمیں سمجھا دئے۔ بعض جہلاء اس کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتا رہ اور پھر جو مرضی کرتا چلا جا، ہر قسم کی بے حیائیاں، ہر قسم کے فسق وفجور میں مبتلا ہو جا مگر یاد رکھنا اللہ سے ضرور ڈرنا۔ اللہ سے ڈرنا کیسا ہوا۔ اگر خدا کے احکامات کی نافرمانی واضح طور پر ہو رہی ہے اور انسان اس کے نتیجے میں حیا کی بجائے بے حیائی میں بڑھ رہا ہے تو اسے اللہ سے ڈرنا نہیں کہتے۔ مگر بعض صوفیاء نے یہ بھی معنی لیا ہوا ہے اور اس کے نتیجے میں دنیا کو بہکا دیا ہے۔ اللہ سے ڈر کا مطلب ہے اللہ کا حقیقی خوف رکھ اور اس کے فرمان کے مطابق عمل کر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”اس کے احکام اور اوامر اور نواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے جو چاہے کرے“۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۴۹، ۵۰ مورخہ ۲۶/۳۰ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۳)

اس دائرہ کار کے اندر تمہیں کھلی چھٹی ہے مگر اوامر ونواہی کے دائرہ کار کے اندر چھٹی ہے اس سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے اندر رہتے ہوئے کشادگی اختیار کرو، لذتیں دنیا کی جس حد تک خدا جائز قرار دیتا ہے وہ حاصل کرو تو سب اللہ کی طرف سے عطا کردہ رزق ہو گا۔ اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دو شعروں میں یوں بیان کرتے ہیں۔

سب خیر ہے اِسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل ☆ ڈھونڈو اُسی کو یارو، بُتوں میں وفا نہیں

دل اللہ سے لگاؤ تبتّل اس کی طرف کامل ہو اور ”ڈھونڈو اسی کو یارو“ اسی کو ڈھونڈو۔ اس میں ایک پیغام ہے جس کو ہمیں اچھی طرح پیش نظر رکھ کر اپنی زندگیاں ڈھالنی چاہئیں ”ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں“ اگر اس سے دل لگایا ہے تو اس کو پھر ڈھونڈنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کے کئی مطالب ہیں جو آج کل جماعت احمدیہ کے حالات پر بھی چسپاں ہو رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سے دل نہ لگایا ہو تو دنیا کی مصیبتیں جماعت کیسے برداشت کر سکتی ہے تو یہ دل لگانا ایک اعتقادی دل لگانا ہے یعنی عقیدے میں یہ بات داخل ہے اور اس عقیدے سے یقیناً دل مطمئن ہیں کہ اللہ ہی ہے اور اللہ کی خاطر اگر تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں تو اٹھانی پڑیں گی۔ اس سے دل تو اسی کی طرف تھا اگر دل اس سے نہ لگا ہوا ہوتا تو انسان دنیا سے تَبَتّل کیسے کرتا۔

”پھر ڈھونڈو اسی کو یارو“ اسی کو ڈھونڈو، مطلب یہ ہے کہ تمہارے عقیدے نے، تمہارے دماغ نے اس کو قبول کر لیا ہے لیکن اس کو اپناؤ بھی تو سہی، اس کو اپنا بنا کر رہو، اپنے قریب لانے کی کوشش کرو اور اس کے لئے جیسے ایک عشق میں دیوانہ اپنے محبوب کو ڈھونڈتا ہے اس طرح دیوانہ وار اس کی تلاش کرو اور اس تلاش میں مجنوں کا سمندر ہے جو سامنے آتا ہے، صحراؤں، جنگلوں کو چھانتا پھرتا تھا لیلیٰ کی تلاش میں، اس تلاش میں وہ تو کامیاب نہ ہو سکا اور اسی حال میں بھٹکتے ہوئے اس نے جان دے دی مگر جس لیلیٰ کی تلاش حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود کرتے تھے اور اسے حاصل کر لیا اسی لیلیٰ کی تلاش کی طرف آپ کو بھی تو بلا رہے ہیں۔ ”ڈھونڈو“ کا معنیٰ ہے کہ وہ لیلیٰ ہے جس کو تم ڈھونڈو گے تو وہ تمہاری طرف تمہاری تلاش کے مقابل پر زیادہ تیزی سے آئے گی۔ یہ وہ محبوب ہے جو اپنے ڈھونڈنے والے کی طرف اس کی رفتار سے بہت زیادہ تیزی سے بڑھتا ہے۔ پس اسے ان معنوں میں ڈھونڈو، اس سنجیدگی کے ساتھ ڈھونڈو، اس کامل یقین کے ساتھ ڈھونڈو کہ اگر میں اس کی طرف گیا تو وہ میری طرف زیادہ تیزی سے آئے گا اور بعینہ یہی مضمون ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بارہا مختلف طریق پر ہم پر کھولا ہے۔

ساتھ ہی یہ تنبیہ کر دی ”بُتوں میں وفا نہیں“۔ اس کو ڈھونڈو ورنہ دنیا میں جو دل لگانے والے ساتھ لگے رہتے ہیں وہ تم سے بیوفائی کریں گے اور جب وہ چھوڑ کر چلے جائیں گے تو پھر نہتے اور خالی اور حسرت زدہ رہ جاؤ گے۔ اور اسی بتوں سے دل لگانے کے مضمون کو اب ایک ڈرانے کے لحاظ سے بھی کھول دیا ہے، یہ جو

فرمایا تھا کہ اللہ سے ڈرو اور پھر جو مرضی کرو یہ ڈر کن معنوں میں ہے۔ ”اس جائے پُرعذاب سے کیوں دل لگاتے ہو“ یہ دنیا تو حقیقت میں عذاب کی جا ہے۔ دیکھنے میں خوبصورت ، دلکش مگر وہ بُت ہے جو وفا نہیں کیا کرتے۔ ”دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستاں سرا نہیں“۔ یہ دنیا تو ایک دوزخ ہے اس کے پیچھے جتنا بھاگو گے، جتنا اس کی طلب کرتے چلے جاؤ گے ایک آگ سی دل میں بھڑکتی رہے گی اور وہ آگ بڑھتی چلی جائے گی۔

پس آج دنیا کا حال دیکھ لیں جتنے بھی افراد ہوں یا جتنی بھی قومیں ہوں دنیا طلبی میں ان کے اندر ایک بھڑکن لگی ہوئی ہوتی ہے اور جو کبھی بھی کم نہیں ہوتی جتنا مرضی کر لیں یعنی دنیا کی خاطر جو چاہیں کر گزریں، جتنا ان کو حاصل ہو جائے وہ آگ نہیں کم ہو گی۔ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی جو جہنم کی آواز ہے وہ ان کے دل سے ہمیشہ اٹھتی رہے گی۔ پس زیادہ سے زیادہ اپنانے کی خواہش افراد میں بھی ہوا کرتی ہے اور قوموں میں بھی ہوا کرتی ہے اور مغرب کی ایک مثال ہمارے سامنے ہے ان کی مزید طلب کرنے کی آگ مزید سے کم نہیں ہوتی، بجھتی نہیں، بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور جو غریب ممالک ہیں ان کو ملتا تو نہیں مگر آگ ضرور ہے وہ بیچارے مزید حاصل کرنے کے شوق میں ٹکریں تو بہت مارتے ہیں مگر صرف آگ ہی بھڑکتی ہے مزید حاصل کرنے کی تمنا پوری نہیں ہوتی۔ لیکن یہ تمنا پوری ہو سکتی ہے اگر اللہ سے مزید طلب کیا جائے اور اس کا طریق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کرو وہ تمہیں زیادہ دے گا۔

جو کچھ عطا کیا ہے اس پر قانع رہو، اسی پر راضی رہو اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا، اموال میں برکت دے گا، تھوڑے میں بھی مزہ رکھ دے گا۔ زیادہ کا مزہ تو اور بھی زیادہ ہو گا مگر اس میں وہ آگ نہیں جلے گی کہ اگر اور نہ ملا تو ہم کیا کریں گے۔ کیا ہم اسی طرح مزید کی طلب کی آگ میں جلتے رہیں گے۔ یہ مومنوں والا معاملہ نہیں ہے اور اس کا راز اس بات میں ہے کہ جو تھوڑے پر راضی ہو جائے وہ زیادہ پر راضی کیوں نہیں ہو گا۔ جو تھوڑے پر بھی خوش ہو جائے اسے زیادہ دو گے تو اور بھی خوش ہو گا۔ پس تھوڑے پر راضی ہونا اس بات کا راز ہے کہ آپ کو تسکین قلب نصیب ہو جائے۔ اللہ کی طرف سے جو بھی ملتا ہے اس پر راضی ہو جائیں اور مزید کے لئے کوشش کریں کیونکہ اللہ کہتا ہے کہ کوشش کرو مگر رضا کی طلب کے لئے کوشش نہیں کرنی، اپنے دل کی رضا کی خاطر نہیں، اللہ کی رضا کی خاطر۔ ان دونوں چیزوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

جب آپ اللہ کی عطا میں تھوڑے سے راضی ہو جاتے ہیں تو پھر مزید کی کوشش کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم اور بھی طلب کرو، اور بھی محنت کرو کیونکہ یہ دنیا میں جتنا کاروبار رحیمیت کا ہے اللہ نے در حقیقت مومن بندوں کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جب وہ طلب کرتے ہیں تو اپنی رضا چاہتے ہوئے نہیں، اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور ان معنوں میں اللہ کی رضا ہی ان کی رضا بن جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جو مضمون بیان فرمایا ہے شکر کا اور تبتّل کا اس تعلق میں میں نے اب بعض احادیث بھی چنی ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ان میں یہی مضمون، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مضمون اس طرح بیان ہوا ہے کہ ہمیں دکھائی دینے لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہاں سے لیا تھا۔

اب یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر میں غور کرتا ہوں تو اس سے ملتی جلتی حدیثیں یاد آتی ہیں اور جب حدیثوں کو غور سے پڑھوں تو صاف سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ منبع تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکمت کا اور وہ حدیثیں پڑھیں تو قرآن ان کا منبع نظر آتا ہے غرضیکہ سلسلہ وار بندوں سے بات شروع ہو کے خدا تک جا پہنچتی ہے۔ اب اس میں دیکھیں الزھد والرقاق کے باب میں جو مسلم نے روایت پیش کی ہے اس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلۃ سے روایت ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا معاملہ سارے کا سارا ہی خیر پر مبنی ہے۔ عجیب ہے مومن اس میں شر کا کوئی بھی پہلو نہیں یا اس کی زندگی میں کسی تکلیف کا کوئی پہلو نظر ہی نہیں آتا اور یہ خصوصیت مومن کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ جب اسے آزمائش پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے۔ اب دیکھ لیں شکر تو ہوتا ہی دل کے اطمینان پر ہے لیکن جب کسی کو ابتلاء میں ڈالا جائے تو وہ شکر کرتا ہے۔ کیسے شکر کر سکتا ہے اسوقت اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ میرے اللہ نے مجھے اس قابل سمجھا ہے کہ میری محبت کا امتحان لے اور اس کے شکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف زبان سے ہی شکر نہیں کرتا بلکہ عملاً اس امتحان میں پورا اتر کر شکر ادا کرتا ہے۔

تو تکلیفیں اور مصیبتیں اور دنیا کے کئی قسم کے ابتلاء کسی مومن کو کوئی گہرا دکھ ان معنوں میں نہیں پہنچا سکتے کہ اس کی زندگی عذاب بن جائے اور محض ایک اضطراب ہو جائے ۔ جب بھی توجہ اس طرف رہے گی کہ خدا نے یہ سب کچھ دیا تھا، اسی کی چیز ہے اسی نے آزمایا ہے اور مجھے آزمائش کے قابل سمجھا ہے۔ اب یہ مضمون بھی شکر کا مضمون خصوصاً طلبہ کو سمجھ آسکتا ہے۔ بعض طلبہ کو جو نکمے ہوں امتحان میں بیٹھنے ہی نہیں دیا جاتا اور جب بیٹھنے کے لئے فہرست میں نام آجائے طالب علم کا تو خوشی سے اچھلتا کودتا ہے کہ بلا لیا ہے ہمیں۔ یہی مضمون نوکریاں تلاش کرنے والوں پر بھی اطلاق پاتا ہے جب وہ انٹرویو کے لئے جگہ جگہ دھکے کھاتے اور درخواستیں دیتے پھرتے ہیں تو ان کو جب ٹیسٹ کے لئے بلایا جاتا ہے یہ ابتلاء ہے، امتحان کے لئے بلایا جاتا ہے تو خوشی سے اچھلتے ہیں کہ دیکھو جی ہمارے نام چٹھی آگئی ہے کہ آکے امتحان دو۔ کامیابی کی بات ہی کوئی نہیں ہو رہی صرف امتحان کی بات ہے لیکن امید ہے کہ اس امتحان کے نتیجے میں کامیاب ہو جائیں گے تو جو دل میں ایک طمع لگی ہوئی ہے اور ایک امید پر بھروسہ ہے کہ ہم شاید کامیاب ہو جائیں اس کی خوشی ہے جس میں وہ اچھلتا ہے۔ تو جب مومن کو اللہ تعالیٰ کسی امتحان میں مبتلا کرتا ہے تو یہ خوشی ہے جو امتحان کا دور اس پر آسان کر دیتی ہے۔

اور دوسرے یہ بھی بات یاد رکھیں کہ امتحان کے لئے بلانے والا یہ ضرور دیکھتا ہے کہ امتحان میں شامل ہونے کے قابل ضرور ہے اگر قابل نہ ہو تو اسے نہیں بلایا جاتا۔ تو مومن یہ سمجھتا ہے کہ میرے مولا نے مجھے قابل سمجھا ہے اور جب خدا قابل سمجھتا ہے تو کتنا ہی تلخ امتحان ہو اس پر پورا اترنا چاہئے۔ اگر اللہ قابل سمجھے اور آپ امتحان کا واویلا شروع کر دیں تو خدا نے جو آپ پر اعتماد کیا تھا اس کو ٹھکرا دیا، اس کو رَدّ کر دیا۔ تو یہ ناکامی ہے جو مومن کے حصے میں نہیں آتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس مضمون کو بیان فرما رہے ہیں کہ یہ مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی کہ اس کا ابتلاء بھی اس کے لئے خیر ہو جائے۔ جب اسے آزمائش پہنچتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے تو یہ شکر اس کے لئے خیر کا موجب بن جاتا ہے۔ اور اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ صبر اس کے لئے اچھا ہو جاتا ہے۔

اب یہ جو شکر کا پہلا معنی تھا اس پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آزمائش میں کامیابی پر تو شکر ہونا ہی ہے مگر آزمائش ایسی ہو جائے کہ ایک مستقل روگ دل میں لگ جائے مثلاً بعض ماؤں کے نوجوان بیٹے گزر جاتے ہیں، بعض ماں باپ کے اکلوتے بیٹے نکل جاتے ہیں ہاتھ سے، کئی قسم کے حادثات درپیش ہوتے ہیں ان پر پہلے معنوں میں شکر کرنا بہت مشکل کام ہے۔ کبھی آپ کسی ایسے ماں باپ کو نہیں دیکھیں گے الحمد للہ، اللہ نے ہمیں اس آزمائش کے قابل سمجھا۔ یہ اگر کوئی کہے تو جھوٹ ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں دکھائی نہیں دے سکتے، مومن بھی ہوں تو نہیں دکھائی دیتے۔ مگر اس مضمون پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے شکر کے ساتھ صبر کا پلو باندھ دیا ہے مومن شاکر بھی ہے اس لئے وہ آزمائشیں جن میں اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرتا رہتا ہے اس پر وہ شکر ادا کرتا ہے چھلانگیں مارتا ہے لیکن جن آزمائشوں کی تلخی اس کی طاقت سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے ان میں صبر کرتا ہے۔

اور صبر میں ایک قسم کی طمانیت و ثبات داخل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ خدا نے مجھ پر یہ آزمائش ڈالی تھی اور مجھ سے یہ توقع ہے کہ میں اس کی رضا کی خاطر اسے برداشت کر لوں اور جب وہ صبر کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں دعا بھی لازم ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ صبر جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مومن کے حوالے سے کر رہے ہیں وہ بغیر دعا کے نصیب ہو سکے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اسی مضمون کو وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کہہ کر بیان فرمایا ہے۔ صبر خدا سے مانگے بغیر نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ کہنے میں تو ہو جاتا ہے مگر کرنے میں بہت مشکل ہے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ پس ان آزمائشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دنیا میں ہی ان کے لئے آزمائشوں سے پہلے تیاری شروع کر دو۔

اِسْتَعِيْنُوْا صبر سے پہلے ہے۔ **پیشتر اس کے کہ انسان پر کچھ ابتلاء آئیں خواہ وہ انفرادی ہوں یا جماعتی ہوں انسان کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کرتا چلا جائے کہ اے اللہ جب بھی آزمائش ہو ہمیں صبر ضرور دینا اور یہ صبر صلوٰۃ کے بغیر حقیقت میں پوری طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ صبر کے ساتھ صلوٰۃ اس صبر کو تقویت دینے والی ہے** اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب کوئی گہرا غم پڑا تو فوراً میں عبادت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ یہ وہی مضمون ہے کیونکہ **سچا صبر عبادت کے ذریعے نصیب ہو سکتا ہے** ۔ عبادت میں انسان اللہ کے قریب آجاتا ہے اور جتنا اللہ سے قریب آجائے دنیا کی بے ثباتی اس پر ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے۔ نماز میں انسان محسوس کرتا ہے کہ میرا اعلیٰ مقصد تو پیدائش کا یہی تھا کہ میں اللہ کے پاس رہوں، اس کی دی ہوئی چیزیں اگر ہاتھ سے چلی گئیں تو اسی سے میں صبر مانگتا ہوں، اسی سے استعانت طلب کرتا ہوں۔

پس اس پہلو سے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کا مضمون ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس حدیث میں اس کا ذکر کئے بغیر بیان فرما دیا ہے لیکن مضمون سے ظاہر ہے کہ مومن کو کسی طرح کا بھی شر نہیں پہنچتا، خیر ہی خیر ہے جو کچھ اس پر گزر جائے ہر حال میں اس پر خیر ہے۔ اور کافر پر جو بھی گزر جائے ہر حال میں اس کا نقصان ہے۔ مل جائے تو تب نقصان، نہ ملے تو تب نقصان، ایک مستقل جہنم میں وہ زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔

☎ 543105
STAR
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER &
RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP, BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

ایک اور حدیث اسی تعلق میں یعنی شکر کے مفہوم کو زیادہ واضح کرنے کی خاطر اختیار کی ہے۔ سنن ابی داوٗد کتاب الادب باب فی شکر المعروف۔ معروف چیزوں میں شکر کا مفہوم کیا ہے۔ یاد رکھیں کہ احادیث میں جو اس قسم کی احادیث ہیں جن میں عرفان باری تعالیٰ کا ذکر ہے ان احادیث میں راوی کمزور بھی ہوں تو سچے ہوتے ہیں کیونکہ کمزور راوی ایسی اعلیٰ عارفانہ احادیث بنا ہی نہیں سکتا۔ اپنے مطلب کی حدیثیں، اپنے عقائد کی تائید میں احادیث تو کثرت کے ساتھ مختلف فرقوں نے گھڑ رکھی ہیں یا گھڑی نہیں تو ان کے معنے اپنی مرضی کے کرتے ہیں اور انہیں مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں مگر جو عرفان باللہ کی باتیں ہیں یہ احادیث جھوٹے راوی بیان نہیں کر سکتے اس لئے بہت زیادہ اس میں اس تردّد کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں ہمیشہ چھان بین اس وقت کیا کرتا ہوں جہاں مضمون کسی کے مطلب کا ہو اور خطرہ ہو کہ اس نے اپنے مطلب کی خاطر حدیث کو اختیار کیا ہے یا حدیث وضع کر لی ہے لیکن جہاں عرفان باللہ کی باتیں ہوں وہاں کسی تردّد کی ضرورت نہیں۔ اگر راوی جھوٹا بھی ہو، فرض کریں وہ حدیث نہ بھی ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ نہ ہو مگر فرض کریں نہ بھی ہو، مضمون اچھا ہے تو پھر تکلیف کیا ہے، نقصان کیا ہے ہمیں۔ کسی کی طرفداری مقصود نہیں ہے مضمون ایسا ہے جس میں اللہ سے ملنے کی باتیں ہیں تو اَلحِکمَۃُ ضَآلَّۃُ المُؤمِنِ یہ حکمت کی بات جہاں سے ملے گی اس کو اخذ کر لیں تو پھر رسول اللہ سے کیوں نہ لیں۔ غیر اللہ کے پاس کیوں جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے منہ کی باتیں مان جائیں کہ آپ ہی نے فرمائی ہونگی اور یہی حکمت کی بات ہے جسے آپ جہاں بھی ملے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ پس اس ضمنی بیان کے بعد میں حدیث کے الفاظ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضرت عبداللہؓ بن حمام البیاضی بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت یہ کہے کہ اے اللہ جو نعمتیں مجھے صبح کے وقت حاصل ہیں یہ محض تیری ہی طرف سے ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ "جو صبح کے وقت حاصل ہیں" کا ترجمہ شاید پوری طرح بات کو واضح نہیں کرتا میں عربی الفاظ آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ جس وقت انسان صبح کر رہا ہو یعنی رات کے بعد جب باشعور طور پر صبح اٹھ کر سوچتا ہے اور جانتا ہے کہ رات کو خدا تعالیٰ نے مجھے ایک عارضی موت میں سے گزارا ہے مگر دوبارہ زندگی دی جب یہ سوچتے ہوئے اٹھتا ہے تو پچھلی رات کا شکر ادا کر رہا ہے بظاہر یہی ہے ناکہ پچھلی رات کا شکر کر رہا ہے آنے والے دن کا شکر ادا نہیں کر رہا۔ لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اس نے دن کا شکر ادا کیا۔ اس لئے یہ ایک ایسا پہلو ہے جسے اصل الفاظ پر غور کر کے آپ کو سمجھ آئے گی یعنی ظاہری طور پر تو انسان یہی سمجھتا ہے صبح اٹھ کر اس نے شکر کیا کہ اچھا میں جاگ گیا، رات مر نہیں گیا تو یہ رات کا شکر ہے نا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ایسا شخص جو اس حال میں صبح کرتا ہے وہ آنے والے دن کا، وہ دن جو چڑھ گیا ہے اس کا گویا پیشگی شکر ادا کر رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب پیشگی شکر ادا کرے گا تو سارا دن اس شکر کا حق ادا کرے گا۔

الفاظ اب یہ ہیں اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ فَمِنْکَ، وہ اپنے سرمائے پر غور کرتا ہے سارا دن جو اس نے سفر کرنا ہے کوئی زادِ راہ بھی تو چاہئے۔ وہ کہتا ہے اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ جو نعمت بھی مجھے عطا ہوئی ہے جس نعمت کے ساتھ میں صبح کر رہا ہوں فَمِنْکَ وہ تیری طرف سے ہے اور کسی کی طرف سے نہیں لَاشَرِیْکَ لَکَ تیرا کوئی شریک نہیں۔ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ پس کامل حمد اور سچی حمد سب تعریف تیرے ہی لئے ہے وَلَکَ الشُّکْرُ اور شکر بھی تیرے ہی لئے ہے۔ جب وہ یہ کہتا ہے۔ فرمایا فَقَدْ اَدّٰی شُکْرَ یَوْمِہٖ جب وہ کہتا ہے تو وہ دن جو چڑھا ہے جو اس کے سامنے پڑا ہوا ہے اس سارے دن کے شکر کا حق ادا کر دیا۔ وہ یہ سوچتے ہوئے جب آگے بڑھتا ہے تو اس دن جو کچھ بھی اس کو نصیب ہو گا وہ شکر اور حمد ہی میں تو گزرے گا۔ کوئی ایسا ابتلاء اس کو پیش آ ہی نہیں سکتا جس پہ شکر اور حمد سے اس کا ہاتھ الگ ہو جائے،۔ شکر و حمد کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے یہ نہیں ہو سکتا۔

تو دراصل پہلی ہی حدیث جو پہلے پڑھ کے سنائی گئی تھی اسی کے مفہوم کو ایک اور بیان سے واضح فرمایا جا رہا ہے اور یہ باتیں ہیں جو ایسی عارف باللہ کی باتیں ہیں جس کو کوئی جھوٹا راوی گھڑ سکتا ہی نہیں ورنہ جو پہلی بات میں نے کہی تھی اسی لئے کہی تھی کہ آپ کو سمجھ آ جائے کہ عام انسان جو بنانے والا ہے وہ صبح کے وقت یہی کہے گا کہ میں نے رات کا شکر ادا کر دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا آنے والے دن کا شکر ادا کر رہا ہے۔ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ حِیْنَ یُمْسِی فَقَدْ اَدّٰی شُکْرَ لَیْلَتِہٖ اور جو شخص بھی اسی قسم کی بات کہے اس وقت جب وہ شام کر رہا ہو، جب دن گزر جائے اور رات سامنے پڑی ہو اس وقت وہ یہی باتیں اپنی آنے والی رات کے متعلق کہے۔ وہ کہے اے اللہ میں رات کر رہا ہوں تیری نعمت کے ساتھ صرف تیری نعمت کے ساتھ اور کسی نعمت کے ساتھ میں رات نہیں کر رہا لَاشَرِیْکَ لَکَ تیرا کوئی شریک نہیں۔ فَلَکَ الْحَمْدُ تمام حمد تیرے لئے ہے وَلَکَ الشُّکْرُ اور تیرے ہی لئے شکر ہے فَقَدْ اَدّٰی شُکْرَ لَیْلَتِہٖ۔ اب لَیْلَہ کا شکر ادا کرنا، اس رات کا شکر ادا کرنا تہجد کو چاہتا ہے، نمازوں کو چاہتا ہے، خدا کے حضور کھڑے ہونے کو چاہتا ہے ورنہ اسکی یہ بات ہی جھوٹی نکلے گی۔ کہہ تو رہا ہے کہ اے خدا میں رات کرنے لگا ہوں اور جانتے ہوئے کہ اس ساری ہدایت میں مجھے تیرا شکر اور حمد کرنی ہے کیونکہ جو کچھ بھی رات کو تو مجھے عطا کرتا ہے وہ باعث شکر ہے اور باعث حمد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تعلق میں رات کو جو رسول اللہ سے وعدے دیئے گئے اور جو ادا کیا گیا وہ مقام محمود ہے۔ ایسا مقام جو ہمیشہ تعریف کیا جائے گا اور تعریف کے قابل رہے گا جس مقام پہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ترقی کر جائیں وہ محمود ہی رہے گا۔ کوئی ایسا مقام نہیں آئے گا جس میں بندوں کی تعریف کی ضرورت ہو۔ جب اللہ ہر مقام کی تعریف کر رہا ہے تو انسان بندوں سے بالاتر ہوتا چلا جاتا ہے اور جتنا بھی اونچا جائے گا وہ مقام محمود ہی ہو گا۔ یہ وہ مقام محمود تھا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اتنا اس احساس سے آپ کا دل جھک جایا کرتا تھا کہ بعض دفعہ ساری ساری رات شکر ادا کرتے گزر جاتی اور حمد کے گیت گاتے ہوئے۔ اب ایسا مومن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح جس حد تک اس کو توفیق ہے رات کو اٹھ کر شکر الٰہی کرے اور اس کا ذکر کرے۔ اس کو ساری دنیا کا کوئی غم چاٹ کیسے سکتا ہے۔ ناممکن ہے۔ تو یہ وہ مومن ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی تو موجیں ہی موجیں ہیں، خیر ہی خیر ہے، جو بھی وہ کرے گا اس کی بھلائی اسی میں ہو گی۔

پس جماعت احمدیہ عالمگیر کو اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے ہمارے لئے طرح طرح کی آزمائشیں بھی ہیں اور بعض دفعہ وہ آزمائشیں لوگوں کے دلوں پر بڑی بھاری گزرتی ہیں اور بلا اٹھے ہیں خواہ مخواہ۔ اب مثلاً ربوہ کا نام بدلنے کا واقعہ آپ کے سامنے آیا ہے۔ میرے دل میں ذرا بھی اضطراب نہیں ہوا۔ وہ گھبرا گھبرا کے جو مجھے وہاں سے لوگ لکھتے ہیں ہمارے بزرگ ذمہ دار افراد اور بڑے بڑے وکلاء وغیرہ کہ اب کیا کریں، اب کیا ہو جائے گا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ہوا کیا ہے۔ جب انہوں نے آپ کا اپنا نام بدلا دیا تھا تو کیا ہو گیا تھا؟ اس سے زیادہ کسی اور نام کی تبدیلی میں کیا اہمیت ہے۔ آپ کو تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ان کے دلوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ یہ کوشش کہ نام بدلا کے دل کی آگ ٹھنڈا کریں، یہ کوشش ظاہر کر رہی ہے کہ بھڑکن کم نہیں ہو رہی جو مرضی کر لیں آگ بھڑکتی چلی جا رہی ہے اور یہ جھوٹا دھوکہ دے رہے ہیں دنیا کو کہ الحمد للہ بہت بڑا واقعہ ہو گیا آج ہم نے فتح حاصل کی ہے احمدیت پر کہ ربوہ کے شہر کا نام بدل دیا ہے۔ یہ بھی کوئی فتح ہے۔ جب ان کا نام بدل دیا تھا تمہیں کیا نصیب ہوا تھا۔ یہی کہ پچھلے سال تم نے سنا تھا کہ ایک سال میں پچاس لاکھ سے زائد احمدی ہو گئے۔ نام بدلنے کا یہ نتیجہ نکلا تھا یا کچھ اور تھا۔ اب بھی نام بدل کر دیکھ لو پچاس کو اللہ چاہے تو کروڑ کر دے گا پھر تم کیا کرو گے، پھر کہاں جاؤ گے۔

تو جماعت احمدیہ تو مٹنے والی جماعت نہیں، تمہارے بس کی بات نہیں ہے پاؤں تلے تم ہی روندے جاؤ گے اور تمہاری امیدیں ہی روندی جائیں گی۔ ہر گھڑی اللہ تعالیٰ جماعت کو کامیاب سے کامیاب تر کرتا چلا جائے گا اور ایک مقام محمود سے دوسرے مقام محمود کی طرف بڑھاتا چلا جائے گا مگر یاد رکھیں کہ اس کی عبودیت کا، اس کے شکر کا حق ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

ESTD:1898
MFRS OF ARMY INDUSTRIAL AND CIVILIAN FANCY SHOES
M. MOOSA RAZA SAHIB & SONS
NO 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT
BANGALORE - 560002 INDIA
☎: 6700558 FAX: 6705494

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

بقیہ صفحہ: 15

تھا جس کی خبر اس نے اپنے پیارے بندے سیدنا المصلح الموعودؓ کو پہلے سے دے رکھی تھی۔ غیر متوقع طور پر مسٹر چرچل کی پارٹی انتخابات میں ہار گئی اور لیبر پارٹی جیت گئی۔ اور اس پارٹی کی کامیابی کا سہرا مسٹر ماریسن کے سر تھا۔

چنانچہ لیبر پارٹی کے دور حکومت میں ہی پیارے وطن ہندوستان کو آزادی ملی۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو کروڑوں ہم وطنوں نے سینکڑوں سالوں کے بعد آزادی کا سانس لیا۔ اور اس طرح سیدنا المصلح الموعودؓ کے حق میں اللہ تعالیٰ کا کلام بڑی شان سے پورا ہوا کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری جماعت احمدیہ کے شدید ترین مخالف و معاند تھے۔ سیدنا المصلح الموعودؓ کے خطبہ جمعہ ۲۲ر جون ۱۹۴۵ء کو پڑھ کر وہ بھی مندرجہ ذیل حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے:

"یہ الفاظ کس جرأت اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کانگرسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے۔ چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کروانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا۔" (اخبار اہلحدیث امرتسر ۶ر جولائی ۱۹۴۵ء)

دعا ہے اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ اور ان تمام بزرگان کو جزائے خیر عطا فرمائے، جن کی پر خلوص دعاؤں اور کوششوں کے نتیجہ میں ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کو غلامی سے آزادی نصیب ہوئی۔

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ اور آزادی ہند

مکرم مولانا محمد حمید صاحب کوثر۔ مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

تمہید

جماعت احمدیہ کا یہ ایمان ویقین ہے کہ اس کائنات کا ایک مالک ہے۔ اسی کے حکم وارادے سے اس کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ اس روئے زمین پر کسی درخت سے ایک پتے کا گرنا بھی اس کے علم میں ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔"مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا" (الانعام ٦٠) اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جان لیتا ہے۔ جب سے یہ دنیا بنی ہے اس وقت سے لے کر آج تک اس کے مختلف علاقوں اور خطوں میں سینکڑوں حکومتیں بنتی رہیں اور ختم ہوتی رہیں۔ اور ان میں سے اکثر ایسی حکومتیں تھیں جو یہ دعویٰ کرتی تھیں کہ ان کی پائدار حکومت کبھی زوال کا شکار نہ ہوگی۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے چاہا وہ قائم رہیں۔ اس کے بعد حوادثِ زمانہ کا شکار ہو کر گمنامی کی غاروں میں ہمیشہ ہمیش کے لئے مفقود ہو گئیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرآن مجید میں یہ دعا کرنے اور رات دن اس حقیقت کا اعتراف کا حکم دیا ہے "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ" (آل عمران ٢٧) تو کہہ اے اللہ جو سلطنت کا مالک ہے تو جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے۔

اس دائمی اور ابدی اصول کے مطابق ہمارے پیارے وطن ہندوستان کی سرزمین پر بھی ان گنت حکومتیں قائم ہوئیں اور زوال کا شکار ہو گئیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر تاریخ کے صفحات محفوظ رکھ سکے۔ اور اکثر بھول وگمنامی کا شکار ہو گئیں۔

یورپین اقوام کی ہندوستان میں آمد

ماضی بعید و قریب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قدیم زمانے سے ہی ہمارے پیارے وطن ہندوستان کی پیداوار خصوصاً گرم مسالہ اور سیاہ مرچ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں فروخت ہوا کرتی تھی۔ وینس اور جنیوا ان اشیاء تجارت کے بڑے مرکز تھے یہ تجارت بحیرہ قلزم کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ لیکن جب ترکوں نے قسطنطنیہ اور مصر پر قبضہ کر لیا تو ان راستوں سے تجارت مشکل ہو گئی۔ اس لئے اہل یورپ کو ہندوستان کا بحری راستہ معلوم کرنے کی ضرورت پڑی۔ اس زمانے میں پرتگیز (اہل پرتگال) فن جہاز رانی میں دوسری قوموں سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلا سیاح واسکوڈیگاما ۱۴۹۸ء میں افریقہ کے گرد چکر لگا کر ہندوستان کے مغربی ساحل پر پہنچا۔ اور کالی کٹ کے ہندو راجہ زمورن سے گفتگو کر کے ہندوستان میں تجارت کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اسی زمانہ میں اہل ہالینڈ نے بھی ہندوستان کی تجارت پر ہاتھ مارنا شروع کیا۔

انگریزوں کی آمد

دیگر یورپین اقوام کی طرح اہل انگلستان نے بھی ہندوستان کی تجارت سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ چنانچہ انگلستان سے طامس سٹیفن ہندوستان آیا۔ اس نے یہاں آ کر پرتگیزوں کی ترقی اور ہندوستان کی زرخیزی کے امید افزا حالات اپنے ہموطنوں کو لکھے۔ اور ۱۵۹۹ء میں انگریز تاجروں کی ایک کمپنی نے ملکہ الزبتھ سے ہندوستان اور اس کے گردونواح کے جزیروں سے تجارت کرنے کی اجازت چاہی۔ ملکہ کی اجازت سے ۱۶۰۸ء میں انگریزوں کا ایک کپتان مسٹر ہاکنز ہندوستان آیا اور جہانگیر کے دربار میں حاضر ہو کر شہنشاہ جہانگیر سے سورت میں تجارتی کوٹھی بنانے کی اجازت لے لی۔ اس طرح برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا آغاز ہوا۔ ۱۶۳۶ء میں ڈاکٹر بائن نے شاہجہان کی لڑکی جہاں آرا بیگم کا علاج کیا۔ جس کے صلے میں انگریزوں کو بنگال میں بلامحصول تجارت کرنے اور تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت حاصل ہو گئی۔ ۱۶۶۷ء میں اورنگ زیب کی اجازت سے فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ فرانس نے بھی ہندوستان سے تجارت شروع کر دی۔

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے آہستہ آہستہ لیکن انتہائی ہوشیاری اور عیاری سے تجارت ہی کے لبادہ میں ہندوستان کی حکومت واقتدار تک پہنچنے کی کوشش شروع کی۔ اور مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بالآخر یکم نومبر ۱۸۰۸ء کو ملکہ وکٹوریہ نے ایک اعلان کے ذریعہ ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اس طرح وطن عزیز ہر طرح سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑا گیا۔ ملک کا ہر چھوٹا بڑا مرد و عورت غلام بن گیا۔ سات سمندر پار سے آنے والے ان پر حکومت کرنے لگے۔ غلامی کی یہ گھٹائیں دن بدن طویل اور سیاہ ہوتی چلی گئیں۔ کسی ہندوستانی کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ انگریزی حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے۔ اگر کسی نے ایسا کیا بھی تو اسے صفحہ ہستی سے نابود کر دیا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ ہندوستان کے واسیوں کی اکثریت غلامی سے مانوس ہونے لگی۔ بالکل اس پرندے کی طرح جسے پنجرے میں ڈالا جائے تو چند دن بہت پھڑپھڑاتا ہے اور پھر مجبور ہو کر اس مجبوری کو بادل نخواستہ قبول کر لیتا ہے۔

بانی جماعت احمدیہ کی ولادت

۱۳؍ فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان کی بستی میں حضرت مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کی پیدائش ہوئی۔ زندگی کے مراحل میں سے گزرتے ہوئے۔ جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف مکالمہ و مخاطبہ عطا فرمایا۔ اور ۲۳؍ مارچ ۱۸۸۹ء کو آپ نے "جماعت احمدیہ" کی بنیاد رکھی۔ نیز آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرمایا کہ جس مسیح اور امام مہدی کے آخری زمانہ میں نازل یا ظاہر ہونے کی خبر "قرآن مجید اور احادیث اور انجیل میں دی گئی تھی وہ آپ ہی ہیں۔ اس اعلان کے ساتھ ہی مخالفت کا طوفان آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن آپ کی جماعت ان مخالفت کے طوفانوں کے باوجود ترقی پر ترقی کرتی چلی گئی۔ اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

قتل دجال کا ایک پہلو

قرآن مجید اور احادیث میں باترتیب یاجوج ماجوج اور دجال کے ظاہر ہونے کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ جنہوں نے آخری زمانہ میں ظاہر ہونا تھا۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام مسیح موعود ومہدی معہود نے انتہائی بہادری و شجاعت سے یہ اعلان فرمایا کہ یاجوج و ماجوج کی پیشگوئی میں جن دو قوموں کا ذکر ہے ان میں سے ایک انگریز ہیں۔ اور یہی دجال یعنی انتہائی دھوکہ باز، عیار، جھوٹے ہیں۔ سیاسی لحاظ سے بھی اور مذہبی لحاظ سے بھی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قتلِ دجال مختلف طریقوں سے ہوا۔ ان میں صرف ایک کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ جس کا تعلق آزادی ہند سے ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا اصل مقصد انسان کا تعلق اس کے مالک حقیقی سے قائم کروانا تھا۔ آپ نے ہر طرح سے کوششیں کیں کہ انسان اپنے مولا حقیقی کو پہچان لے اور سچے دل سے اس کی عبادت کرے۔ اور اس کی طرف سے بھجوائی جانے والی شریعت محمدیہ کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ اس اولین مقصد کے ساتھ ساتھ آپ کو ہندوستان کی آزادی کی بھی فکر تھی۔ کیوں کہ آپ کی توجہ و دعا کے بغیر اس دجالی حکومت کا خاتمہ ہندوستان سے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

"باقی رہا ہندوستان کی آزادی کا سوال میں ایک منٹ کیلئے بھی یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ ہندوستان کی آزادی کا خیال گاندھی جی اور پنڈت نہرو کو اس سے نصف بھی ہے جتنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھا۔ انبیاء ہمیشہ دنیا سے غلامی کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ دنیا کو کسی کا غلام بنا کر رکھیں بلکہ ان کا مقصد وحید یہی ہوتا ہے کہ دنیا کو آزاد کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی چونکہ نامور تھے اس لئے آپ کا بھی یہ مقصد تھا۔ اس لئے جب بھی غلامی کی صورت پیدا ہو جماعت احمدیہ کا فرض ہوگا کہ اس کا مقابلہ کرے۔۔۔۔۔" (خطبہ جمعہ ۵؍ جون ۱۹۳۶ء مطبوعہ الفضل ۱۱؍ جون ۱۹۳۶ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں انگریزی حکومت کے زوال کے متعلق مندرجہ ذیل الہام ہوا:

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ایام ضعف و اختلال

یعنی برطانیہ کی شان و شوکت کا زمانہ آٹھ سال تک ہے اس کے بعد ضعف وانحطاط کے آثار پیدا ہو جائیں گے۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۲۰۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ الہام سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ انگریزی حکومت کا زوال شروع ہونے والا ہے۔ اور آخر وہ دن آئے گا جب کہ ہندوستان آزادی کا سورج دیکھ لے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آزادی حاصل کر لینے کے بعد کے حالات کے پیش نظر ہندو اور مسلمانوں کو اپنی وفات سے چند دن پہلے مندرجہ ذیل نصیحت فرمائی:

"امابعد اے سامعین ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے۔ اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔ (پیغام صلح صہ)......

پیارو! صلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ ایک ہو جائیں اور ایک قوم بن جائیں آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچا ہے۔ آؤ اب یہ آزما لو یہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں۔" (پیغام صلح صہ ۱۸،۱۷)

اگر میرے وطن کے ہندو اور مسلمان بھائیوں نے اس نصیحت پر عمل کیا ہوتا تو وطن عزیز ہندوستان کے جسم کے تین ٹکڑے نہ ہوئے ہوتے

اور سینکڑوں دیس واسیوں کے خون سے ارض وطن رنگی نہ جاتی۔

خلافت ثانیہ اور آزادی ہند

۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانی منتخب ہوئے۔ اور آپ نے ہندوستان کی آزادی کے لئے منظم جدوجہد شروع فرمادی۔ آپ نے دوسمتوں میں اپنی محنت و کوشش کو انتہاء تک پہنچادیا۔

اوّل۔ اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے اس کی بارگاہ میں دردمندانہ دعائیں شروع کیں۔ کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو آزادی دلوانے کا ارادہ و فیصلہ کرلے تو کوئی اس کے ارادہ کو روک نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا کی:

"پس میں اللہ تعالیٰ سے جو سب مخلوقات کا مالک اور خالق ہے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل اور رحم سے کام لے کر اس نازک معاملہ کے متعلق ہماری رہنمائی فرمائے۔ اور ہمیں اس راستہ کو اختیار کرنے کی توفیق دے جو ہمارے حال اور مستقبل دونوں کے لئے اچھا ہو اور جس پر چل کر ہم نہ صرف اس قابل ہوں کہ اپنی دنیا کو اچھا کر سکیں۔ بلکہ اس کی رضا کے حصول کی بھی ہم میں قابلیت پیدا ہو۔ ہم کمزور ہیں لیکن وہ طاقت والا ہے۔ ہم مستقبل کی ضرورتوں سے ناواقف ہیں۔ لیکن وہ واقف ہے۔ پس اسی کی مدد سے ہم حقیقی خوشی اور حقیقی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ اور اسی کے آگے جھکتے ہیں کہ وہ ہماری مدد اور نصرت کرے۔ اور ہماری بہتری کے سامان پیدا کرے......" (ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل صـ۲)

"ثانیاً۔ دعاؤں کے ساتھ ساتھ آپ نے ہندوستان کی آزادی کے لئے ہندوستان اور انگلستان کے ارباب اختیار اور ان پر اثر انداز ہونے والی شخصیتوں کو آزادی کا احساس دلایا۔ ان کے شعور کو بیدار کیا کہ اگر ہندوستان زیادہ مدت تک غلام رہا تو اس کے نتائج اچھے نہ نکلیں گے۔ ہمارا ایمان و یقین ہے کہ ان دو ہتھیاروں کے کامیاب استعمال نے ہمارے وطن ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ نے اپنی مدلل اور معقول تحریرات و خطبات کے ذریعہ اور اپنے نمائندے کو متعدد بار انگلستان بھجوانے کے ذریعہ وہاں کے ارباب حکومت و اقتدار کو اپنے متشدد خیالات وافکار کو تبدیل کرنے پر مجبور کردیا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ اگر ان کے خیالات میں تبدیلی نہ آتی تو ہندوستان نہ جانے کب تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہتا۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر آپ کی ایک تحریر درج ذیل ہے:

اس کے بعد میں انگریز افسران حکومت کو خواہ ہندوستان کے ہوں خواہ انگلستان کے خصوصاً اور باقی انگریزوں کو عموماً کہتا ہوں کہ آپ لوگوں پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ خداتعالیٰ نے آپ کے سپرد ایک امانت کی ہے۔ اس امانت کو صحیح طور پر ادا کرنا آپ کا فرض ہے۔ مادیت کی ترقی نے خدا تعالیٰ پر ایمان بہت کمزور کردیا ہے۔ اور جو لوگ اس پر یقین بھی رکھتے ہیں وہ بھی اسے ایک بے تعلق شاہد کی طرح سمجھتے ہیں۔ جو دنیا کے معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ نبیوں کا اتنا لمبا سلسلہ نہ جاری کرتا۔ اس دنیا کا پیدا کرنے والا خدا اس کی بہتری سے غافل نہیں رہ سکتا۔ تم اس سیاسی امر میں اس کا ذکر کرنے پر ہنسو۔ یا مجھے بیوقوف سمجھو لیکن حق یہی ہے کہ ایک دن سب کو اس کے حضور جوابدہ ہونا ہے۔ بہت ہیں جو اس زندگی میں اس کی ہستی کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ لیکن ان کی موت کیوقت کی گھڑیاں حسرت واندوہ میں گزرتی ہیں۔ پس چاہئے کہ آپ اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان کے تینتیس کروڑ آدمی کی قسمت کے فیصلہ کے وقت اپنے قلیل اور بے حقیقت فوائد کو بالکل نظر انداز کردیں۔ کہ وہ روپیہ کی گنتی میں خواہ کروڑوں ہندسوں سے بھی اوپر نکل جائیں۔ لیکن اخلاق و روحانیت کے لحاظ سے ایک آدمی کی آزادی کے برابر بھی ان کی قیمت نہیں ہے......
(ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل صـ۳)

دوسری سمت میں کماحقہٗ کام کرنے کے لئے سیدنا المصلح الموعودؓ کی نظر انتخاب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ پر پڑی۔ آپ نے ان میں وہ قابلیت و صلاحیت ملاحظہ فرمائی جس کے ذریعہ آپ اپنا مقصد حاصل کرسکتے تھے۔ حضرت چوہدری صاحبؓ نے نہایت فرمانبرداری و اطاعت کے ساتھ حضورؓ کے ارشاد و تعلیمات کو انگلستان و ہندوستان کے ارباب اقتدار و اختیار تک پہنچانا شروع کیا۔ اور اسی غرض کے لئے حضرت چوہدری صاحب تین گول میز کانفرنسوں ۱۲؍نومبر ۱۹۳۰ء، ۷؍ستمبر ۱۹۳۱ء اور ۱۷؍نومبر ۱۹۳۲ء میں شریک ہوئے۔ اور ہندوستان کی آزادی کے لئے کسی معقول و مقبول حل تک پہنچنے کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ جن کی بازگشت ہندوستان کے اخباروں میں بھی سنائی دیتی رہی۔

ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں ۱۹۴۵ء میں ایسا موڑ آیا جب کہ آزادی قطعی محال اور بالکل ناممکن دکھائی دینے لگی۔ عین اس تاریک اور گھٹا ٹوپ ماحول میں سیدنا المصلح الموعودؓ نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو ایک خطبہ جمعہ کے ذریعہ انگلستان اور ہندوستان کو مفاہمت و مصالحت کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا:

"اے انگلستان تیرا فائدہ ہندوستان سے صلح کرنے میں ہے۔ خداتعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ تم دونوں مل کر کام کرو۔ دونوں مل کر دنیا میں صحیح آزادی قائم کرو۔" (الفضل ۱۷؍جنوری ۱۹۴۵ء)

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی زبان کو بسا اوقات اپنی زبان بنالیتا ہے۔ یہی صورت یہاں ہوئی۔ آپ کے خطبہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے خود بخود یہ سامان پیدا کردیا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کو جو ان دنوں فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان جانا پڑا۔ جہاں آپ نے سرکاری نمائندہ ہونے کے باوجود انگلستان کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے زوردار اور پرشوکت و قوت الفاظ میں رکھا کہ دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا اور انگلستان کے سربرآوردہ اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے مسلم وغیر مسلم پریس نے اس پر بکثرت تعریفی مضامین لکھے۔

کامن ویلتھ کانفرنس کی کاروائی ریڈیو کے ذریعہ نشر ہوئی۔ حضرت چوہدری صاحبؓ کو کانگریس کے ایک لیڈر آصف علی نے بتایا کہ جب آپ کی تقریر ریڈیو پر نشر ہوئی تو اس وقت وہ خود اور پنڈت جواہر لعل نہرو جی اورنگ آباد کے قلعہ میں قید تھے اور ریڈیو پر یہ تقریر سن رہے تھے۔ جب حضرت چوہدری صاحب نے "اے دولت مشترکہ کے سیاستدانو" کہہ کر آواز بلند کی تو پنڈت نہرو تو اپنا کان ریڈیو کے بہت قریب لے آئے اور جب تقریر ختم ہوئی تو پنڈت نہرو جی نے فرمایا کہ اس شخص نے تو ہم سے بھی بڑھ کر بے باکی سے حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا ہے۔

اخبار انقلاب نے سر ظفر اللہ خاں کی صاف گوئی کے عنوان سے لکھا:

"چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں نے کامن ویلتھ کی کانفرنس منعقدہ لنڈن میں جو تقریر فرمائی وہ ہر انگریز اور اتحادی ملکوں کے ہر فرد کے لئے دلی توجہ کی مستحق ہے۔ کیا اس ستم ظریفی کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ جس ہندوستان کے پچیس لاکھ بہادر مختلف جنگی میدانوں میں اقوام برطانیہ کی آزادی کو محفوظ رکھنے کی خاطر لڑ رہے ہیں وہ خود آزادی سے محروم ہے۔" (انقلاب ۲۲؍فروری ۱۹۴۵ء)

ہندو اخبار پربھات ۲۰؍فروری ۱۹۴۵ء نے یہ نوٹ شائع کیا:

"ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفر اللہ خاں کا ممنون ہونا چاہئے کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جاکر حق بات کہہ دی۔"

اخبار پرتاپ ۲۲؍فروری ۱۹۴۵ء نے لکھا:

ہندوستان کے فیڈرل کورٹ کے جج سر ظفر اللہ خاں آجکل لنڈن گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے جو تقریریں کی ہیں ان سے ہندوستان تو کیا ساری کامن ویلتھ میں تہلکہ مچ گیا ہے۔ آپ نے برطانوی حکمرانوں کو وہ کھری کھری سنائیں کہ سننے والے دنگ رہ گئے۔ برطانوی حکومت کے درجنوں تنخواہ دار ایجنٹوں کے کئے کرائے پر آپ کی ایک تقریر نے پانی پھیر دیا۔

چوہدری صاحب کی ان حریت پرور اور انقلاب انگیز تقریروں کا فوری اثر برطانیہ کے عوامی اور صحافتی حلقوں سے بڑھ کر براہ راست برطانوی حکومت پر یہ ہوا کہ اس نے لارڈ ویول وائسرائے ہند کو انتقال اقتدار کا نیا فارمولا تجویز کرنے اور مسلم وغیر مسلم زعماء کو مصالحت کی پیشکش کرنے کے لئے لنڈن طلب کرلیا۔ لارڈ ویول برطانوی وزیر اعظم مسٹر چرچل اور کابینہ کے دوسرے ارکان سے مشورہ کے بعد ۵؍جون کو نئی تجاویز لیکر ہندوستان پہنچ گئے۔

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جاچکا ہے کہ حضرت المصلح الموعودؓ نے آزادیٔ ہند کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی دردمندانہ دعائیں کیں۔ انہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آزادی سے دو سال پہلے آپ کو بذریعہ رؤیا آزادی کی بشارت دی۔ چنانچہ ۴؍مئی ۱۹۴۵ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے فرمایا:

"تین دن کی بات ہے ڈلہوزی میں میں نے ایک رؤیا دیکھا کہ کوئی شخص ماریسن نامی انگریز ہیں وہ کہتے ہیں کہ چالیس سال کے عرصہ تک کانگڑہ ضلع میں میرے جیسا اور عقلمند آدمی پیدا نہیں ہوگا یا شاید یہ کہا کہ پایا نہیں جائیگا۔ میں اس وقت رؤیا میں سمجھتا ہوں کہ ماریسن سے وہ وزیر مراد ہے جو لیبر پارٹی کی طرف سے وزارت میں شامل ہے یہ فقرہ سن کر میرے دل میں فوراً یہ بات گزری کہ انشاء اللہ تعالیٰ انہوں نے نہیں کہا اگر یہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو اچھا ہوتا۔ پھر ساتھ ہی میرے دل میں یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ کانگڑے کے ساتھ ان کا کیا تعلق کانگڑہ ہندوستان کا علاقہ ہے اور یہ انگلستان کے رہنے والے ہیں اس سوال کے پیدا ہوتے ہی میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ کانگڑے کا لفظ استعارۃً انگلستان کے لئے بولا گیا ہے اور کانگڑے میں چونکہ آتش فشاں پہاڑ ہیں اس لفظ میں انگلستان کی آئندہ حالت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ انگلستان میں بھی بہت کچھ ردوبدل اور اتار چڑھاؤ کا زمانہ آرہاہے۔ اور جس طرح آتش فشاں علاقے میں زلزلے آتے رہتے ہیں۔ اسی طرح انگلستان میں بھی سیاسی اور اقتصادی اتار چڑھاؤ رونما ہونے والے ہیں اور مسٹر ماریسن کے قول کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے تغیرات اور فساد کے وقت میں سب سے اچھا کام کرنے والا ثابت ہوں گے۔ (الفضل ۱۱؍مئی ۱۹۴۵ء)

جب حضورؓ نے یہ رؤیا دیکھی اس وقت مسٹر چرچل انگلستان کے وزیر اعظم تھے۔ اور ان کی کنزرویٹو پارٹی کو پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل تھی۔ اچانک مسٹر چرچل نے انگلستان کی پارلیمنٹ کو توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان کردیا۔ اور ان کا خیال تھا کہ جنگ عظیم دوم میں ان کی کامیابیوں کی وجہ سے عوام ان کی پارٹی کو بھاری تعداد میں ووٹ دیں گے۔ مگر اس کائنات کے مالک کو کچھ اور ہی منظور

(باقی صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

سیرت سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے بعض درخشندہ پہلو

محترم مولانا محمد یوسف صاحب انور مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

آج جس بابرکت اور عظیم المرتبت وجود کی سیرت طیبہ پر محترم ایڈیٹر صاحب بدر نے اس عاجز کو ذمہ داری سونپی ہے، عاجز اپنے آپ کو اس قابل تو نہیں سمجھتا کہ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی سیرت طیبہ پر کچھ روشنی ڈالوں کیونکہ آپؓ فی ذاتہ ایک کائنات تھے ایک حسین و جمیل کائنات وسیع و عریض جس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا اور حسن و جمال کا بیان اس عاجز سے کہیں بہتر علم اور قابل قدر جوہر انسان کا تقاضا کرتا ہے جو علم و عمل اور تقویٰ میں بلند مقام رکھتا ہو اور حضورؓ کی صحبت جسے حاصل ہوئی ہو۔

تاکہ صحیح رنگ میں حضور کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کر سکے عاجز کی قلم میں نہ اتنی طاقت ہے اور نہ فہم و فراست کہ اس مضمون کا پورا پورا حق ادا کرے تاہم حصول ثواب کی خاطر کوشش کروں گا کہ ایک طائرانہ نظر اس بلند پایہ وجود پر ڈالوں۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ امام جماعت احمدیہ کو عالم اسلام میں ایک نہایت ہی ممتاز حیثیت حاصل ہے آپ کا شمار اُن نادر ہستیوں میں ہے جو اس کرۂ خاکی پر لمبے وقفہ کے بعد ظاہر ہوتی ہیں اور نہ صرف اپنے زمانہ اور اپنی نسل پر اپنا گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں بلکہ انسانی سعی اور جدو جہد کیلئے ایک ایسی جہت اور ایسا نصب العین معین کر دیتی ہیں جو صدیوں تک اُن کا مرکز بنا رہتا ہے۔ بہر حال سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے۔

یہ وجود خدائی وعدہ اور پیشگوئی کے مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں پیدا ہوا آپؓ کی پیدائش کی خبر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے پاکر دی ہے۔

ہزاروں ہزار رحمتیں برکتیں ہوں اُس محسن آقا پر جس کی یاد میں آج کچھ تحریر کرنے کی جرأت کرنے لگا ہوں۔ غریبوں کا ہمدرد اسیروں کا رستگار میدان تقریر کا بے مثل شہسوار اور دنیائے تحریر کا شہنشاہ وہ سر تا پا حسن بے نظیر وہ نور مجسم وہ لاکھوں انسانوں کا محبوب آقا جس نے اکاون سالہ طویل عرصہ خلافت کی مسند پر لاکھوں احمدیوں کے دلوں پر حکومت کی آہ آج وہ محبوب آقا ہم میں تو نہیں ہے بلکہ وہ اپنے خالق حقیقی کے پاس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حضرت مسیح موعودؑ کے قرب میں ہے اس پر لاکھوں سلام صبح و شام۔

یہ عظیم الشان وجود جیسا کہ پیدائش سے پہلے ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک عرصہ تک موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ اسی طرح پیدائش کے بعد بھی ایک عرصہ تک دوست و دشمن کی نگاہوں کا مرکز بنا رہا دوست کی نگاہ محبت آپ پر پڑتی تھی کہ آپ ہی وہ پسر موعود ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین اسلام کی خدمت اور سر بلندی کیلئے وقف ہے اور دشمن کی نظر تمنا لئے ہوئے تھی کہ کاش یہ بچہ اُن کی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو کر ایک مرتبہ پھر اُن کو تمسخر اور استہزا کا موقعہ بہم پہنچائے۔ اگر انسان کے بس کی بات ہوتی تو وہ ضرور ہر ممکن کوشش کرتا کہ یہ بچہ پنپنے نہ پائے لیکن یہ خدا کے خاص وجود اُس کی رحمت کے سایہ تلے پرورش پاتے ہیں چنانچہ یہی سلوک اس وجود کے ساتھ ہوا یہ جلد جلد بڑھا دنیا کی شہرت پائی۔

بچپن کے ابتدائی ایام اور تربیت والدین

یہ بات درست ہے کہ ایسے وجود جو خاص خدا کی تائید و نصرت اور وعدہ کے ساتھ جنم لیتے ہیں ان کے بچپن میں ہی ان کے شاندار مستقبل کی جھلکیاں بھی وقتاً فوقتاً نظر آتی رہتی ہیں۔ صاحب فراست لوگ ایسے بچے کو دیکھ کر بخوبی بھانپ لیتے ہیں کہ آئندہ چل کر کتنی روحانی بلندی کی طرف پرواز کرنے والے ہیں۔

ایک واقعہ

بچپن کا واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بزرگ صحابی حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ لدھیانہ میں قیام فرما تھے۔ میں بھی وہیں تھا۔ محمود کوئی چار سال کا ہو گا گرمی کا موسم تھا۔ مردانہ اور زنانہ میں دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرتؑ کے اِدھر اُدھر کی باتوں میں بہلانے کی آواز آئی حضرت اقدسؑ اُسے گود میں لئے پھرتے تھے اور وہ کسی طرح چپ نہیں ہوتا تھا آخر آپ نے کہا دیکھو محمود! وہ کیسا تارا ہے! بچہ نے نئے مشغلہ کی طرف دیکھا اور ذرا چپ ہو کر پھر وہی رونا اور چلانا اور یہ کہنا شروع کر دیا ”ابا تارے جانا“ (یعنی ابا میں ستارے پر جاؤں گا۔ ناقل) کیا مجھے مزا آیا اور پیارا معلوم ہوا۔ آپؑ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا یہ اچھا معلوم ہوا۔ ”ہم نے ایک راہ نکالی تھی اس نے اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکالی“ آخر بچہ روتا روتا خود ہی جب تھک گیا چپ ہو گیا مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایت کا آپ کی زبان سے نہ نکلا۔

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ مولوی عبد الکریمؓ)

بہر حال اس بچے کی بعد کی زندگی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ستاروں پر جانے کی یہ تمنا یقیناً ان بلند عزائم کی غماز تھی جو تمام عمر اسکی بے پناہ قوت عمل کیلئے مہمیز کا کام دیتے رہے۔

آپؓ بچپن سے ہی بہت ذہین تھے۔ ماں باپ کے اخلاق و عادات کا بچوں پر پورا پورا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اور اُم المومنینؓ کی نیک اور پاک صحبت کی وجہ سے ساری مبشر اولاد اپنے والدین کے رنگ میں رنگین تھی۔ ماں باپ کا تربیت کا رنگ جیسا ہو گا بچے بھی اُسی کے موافق اُس کے عادی بن جاتے ہیں۔ سیدنا مصلح موعودؓ چونکہ اپنے والدین کے بہت لاڈلے تھے اس لئے آپ کی تربیت کا بہت خیال رکھا جاتا تھا چھوٹی چھوٹی بات کا بھی تربیت کرتے وقت خیال رکھا جاتا تھا۔ ایک مخلص مرید سید فضل شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

ایک دن حضرت مسیح موعودؑ چوبارے کے صحن میں بیٹھے تھے اور بادام آگے رکھے تھے میں بادام توڑ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت میاں بشیر الدین محمود احمدؓ جن کی عمر اس وقت چار پانچ سال کی ہو گی تشریف لائے اور سب بادام اُٹھا کر جھولی میں ڈال لئے۔ حضرت اقدسؑ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ”یہ میاں بہت اچھا ہے، زیادہ نہیں لے گا۔ صرف ایک دو لے گا۔ باقی سب ڈال دے گا۔ جب حضرت صاحبؑ نے یہ فرمایا تو میاں نے جھٹ سب بادام میرے آگے رکھ دیئے اور صرف ایک یا دو بادام لے کر چلے گئے“۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ ۸۱)

ایک دفعہ آپؓ بچپن میں جب آپ کی عمر ۹ سال کی تھی گھر میں ایک لڑکے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ کھیلتے کھیلتے آپ نے یونہی ایک کتاب اُٹھائی اس میں لکھا تھا کہ جبرائیل اب نازل نہیں ہوتے تو آپؓ نے کہا یہ غلط ہے میرے ابا پر نازل ہوتا ہے اس لڑکے نے کہا نہیں جبرائیل اب نہیں آتے کیونکہ کتاب میں یہی لکھا ہے۔ دونوں اپنی اپنی بات پر اڑے رہے وہ لڑکا کہتا تھا حضرت جبرائیل اب اللہ میاں کا پیغام لے کر نہیں آتے اور حضرت مصلح موعود کہتے تھے آتے ہیں۔ آخر دونوں حضورؑ کے پاس گئے اور اپنا جھگڑا بتایا تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ کتاب میں غلط لکھا ہے جبرائیل اب بھی آتا ہے“ ایسی چھوٹی باتیں ہیں جن سے آپؓ کے بچپن کے علم اور ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

تربیت قبول کرنے کی اہلیت

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب ہم حضرت صاحبزادہ مرزا محمودؓ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی ذات میں یہ خوبی بدرجہ اتم موجود نظر آتی ہے کہ اچھی باتوں کو قبول کرنے اور خوبصورت رنگوں کو اپنانے کا مادہ آپ کو بدرجہ احسن ودیعت ہوا تھا۔ یہی نہیں بلکہ غلط نقش کو رد کر دینے کی اہلیت بھی آپ بخوبی رکھتے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی لمبی تربیت کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ آپ اچھی بات کو اچھے اور عمدہ طریق پر کی گئی ہو قبول کرتے تھے بلکہ ایسی نصیحت کو بھی جو بظاہر سخت کڑوی ہو لیکن فی ذاتہ درست ہو۔ آپ بغیر تردّد اور نفسانی الجھن کے قبول فرماتے تھے۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ آگے تحریر فرماتے ہیں۔

”آپؓ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کیلئے دل سے دُعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحبؓ نے جو مولوی عبد الرحیم صاحبؓ درد کے والد تھے، اس سے منع کیا اور کہا یہ بُری بات ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی۔ لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے، اُن کیلئے دل سے دُعا نکلتی ہے“

(اخبار الفضل قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۳۹ء)

ایک موقعہ پر آپؓ فرماتے ہیں: ”میں علمی طور پر بتلاتا ہوں میں نے حضرت صاحب کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا۔ مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتی کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا“ (الفضل ۶ جون ۱۹۲۴ء)

تعلیم

زمانے کے دستور کے مطابق صاحبزادہ صاحب کی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی حروف کی سوجھ بوجھ پیدا کرنے اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے ذریعے ہوا۔ حضورؑ نے اس غرض سے حافظ احمد اللہ ناگپوریؓ کو مقرر فرمایا آپ کو قرآن کریم سے جو عشق تھا اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے ناظرہ قرآن کریم پڑھ لیا تو حضرت صاحب نے ایک نہایت شاندار تقریب اس موقعہ پر منعقد فرمائی اور بطور شکرانہ کے حافظ صاحب کو ڈیڑھ صد روپے کی رقم جو اس زمانہ کے معیار کے لحاظ سے ایک بہت بڑی رقم تھی عطا فرمائی اس تقریب میں قادیان کے دوستوں کو ہی نہیں بلکہ دور دور کے تعلق والوں کو بھی دعوت دی گئی گویا باقاعدہ ایک جشن کا اہتمام تھا۔ حضورؑ نے ایک آمین بھی لکھی جو اس وقت سنائی گئی۔ مثلاً

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ناظرہ کے بعد آپؓ کو باقاعدہ اسکول میں داخل کیا گیا اس طرح سے اردو انگریزی کی کچھ تعلیم حاصل کی لیکن چونکہ آنکھوں میں سخت ککرے پڑگئے تھے اور متواتر تین چار سال تک آپ کی آنکھیں دُکھتی رہیں اور شدید تکلیف رہی یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے کہا بینائی ضائع ہو جائے گی چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے خصوصی طور سے حضورؓ کیلئے دُعا کرنی شروع کر دی اور روزے رکھنے شروع کئے چند دن کے بعد افطار کرنے لگے یہ آخری روزہ تھا منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم حضرت مصلح موعودؓ نے آنکھیں کھول دیں اُس وقت مصلح موعودؓ نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے تاہم حضورؓ کی ایک آنکھ میں بینائی نہ رہی حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اُستادوں سے کہا کہ پڑھائی اس کی مرضی پر ہو گی جتنا چاہے پڑھے اگر نہ پڑھے تو زور نہ دیا جائے کلاس میں بھی آپؓ بہت کم بیٹھا کرتے تھے کبھی جی چاہتا تو جاتے کبھی جی چاہتا تو نہ جاتے بہر حال عام طلباء کی طرح آپ نے سکول میں پڑھائی حاصل نہ کی۔

آپؓ فرماتے ہیں حضرت خلیفہ اوّل ہمیشہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میاں تمہاری صحت ایسی نہیں کہ تم خود پڑھ سکو میرے پاس آیا کرو۔ میں پڑھتا جاؤں گا اور تم سنتے رہا کرو چنانچہ انہوں نے زور دے کر پہلے قرآن پڑھایا اور پھر بخاری پڑھا دی۔ تین مہینے میں آپؓ نے سارا قرآن پڑھا پھر حضورؑ کی وفات کے بعد حضور رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفہ اوّلؓ سے بخاری پڑھ لی۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہی فرمایا تھا مولوی صاحبؓ سے قرآن حدیث پڑھ لو چنانچہ اُن سے ہی ہدایت کے مطابق قرآن اور حدیث پڑھی۔

آپ اپنے بزرگ اُستاد مولوی صاحبؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مجھے سب سے بڑی تعلیم جو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے دی وہ یہی تھی کہ جب میں پڑھتے ہوئے کوئی سوال کرتا تو آپ فرماتے میاں آگے چلو اس سوال کے متعلق گھر جا کے خود سوچنا۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ جو حضرت مسیح موعود کے وصال کے بعد سلسلہ احمدیہ کے پہلے خلیفہ چُنے گئے تھے۔ اپنے علم و فضل کی وجہ سے تمام ہندوستان میں ایک معروف مقام رکھتے تھے آپ کا حضرت صاحبزادہ صاحب کو پڑھاتے وقت یہ خاص سلوک تھا کہ جہاں دوسروں کے سوالات کا جواب تفصیل سے دیا کرتے وہاں حضرت صاحبزادہ صاحب کو سوال کرنے سے ٹوکتے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کے نزدیک یہ طالب علم غیر معمولی ذہانت کا مالک تھا اور اگر خود مسائل پر غور کرتا تو درست نتائج تک پہنچ سکتا تھا۔ دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ قرآن کریم کے علم کو کوشش کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل پر زیادہ مبنی سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ یہ بچہ اللہ تعالیٰ کے خاص سلوک کے نتیجہ میں اور اس کی رہنمائی میں قرآن کریم کا علم سیکھے گا۔

(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۱۰۹)

ایک موقعہ پر آپؓ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اب مجھے بہت علم بخشا ہے... لیکن اس کتاب (قرآن) کی چاٹ انہوں نے ہی لگائی اور اس کی تفسیر کے متعلق صحیح راستہ پر ڈالا اور وہ بنیاد ڈالی جس پر عمارت تعمیر کر سکا۔ اسلئے دل ہمیشہ ان کیلئے دُعا گو رہتا ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۱۱۱)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی جو آپ کے بچپن کے اساتذہ میں سے تھے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت ۱۸۹۰ء کے آخر میں کر لی تھی اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو ان کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ہمیشہ ان کی عادت حیا اور شرافت اور صداقت اور دین کی طرف متوجہ ہونے کی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ کے دینی کاموں میں بچپن سے ہی ان کو شوق تھا۔ نمازوں میں اکثر مسیح موعودؑ کے ساتھ جامع مسجد میں جاتے اور خطبہ سنتے ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہو گی۔ آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔ بچپن سے ہی آپ کو فطرۃ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلق محبت تھا۔

(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اوّل)

یاد رہے حضرت مصلح موعودؓ کو مدرسہ کے اساتذہ ہر سال رعایتاً اگلی جماعت میں ترقی دیتے تھے۔ لیکن یونیورسٹی کے امتحان میں بھی ناکام رہنے کے بعد آپ کی تعلیم کا یہ رسمی باب ختم ہو گیا۔ چونکہ الہام الٰہی میں یہ الفاظ کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" خدا کو مدِ نظر تھا تا دنیا پر ظاہر ہو کہ اس کی تعلیم کے ناقص رہنے کے باوجود موعود بیٹے نے ظاہری اور باطنی علوم میں کتنا کمال حاصل کیا جو دنیا بھر کے ظاہری اور باطنی عالموں کیلئے محیر العقول ہے۔

بچپن میں الہام

حضرت سید سرور شاہ صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی تھے مصلح موعودؓ کے اساتذہ میں سے تھے، بیان فرماتے ہیں:

"حضرت خلیفہ ثانیؓ مجھ سے پڑھا کرتے تھے تو ایک دن میں نے کہا کہ میاں! آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی الہام ہوتا اور خوابیں وغیرہ آتی ہیں؟ تو میاں صاحب نے فرمایا کہ: مولوی صاحب! خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو تقریباً ہر روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اُٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گذرنے کیلئے کوئی چیز نہیں پائی تو سر کنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اور اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں میں نے جس وقت یہ خواب آپ سے سنا اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گڑی ہوئی ہے کہ یہ شخص کسی وقت یقیناً جماعت کی قیادت کرے گا اور میں نے اسی وجہ سے کلاس میں بیٹھ کر آپ کو پڑھانا چھوڑ دیا۔ آپ کو اپنی کرسی پر بٹھاتا اور خود آپ کی جگہ بیٹھ کر آپ کو پڑھاتا۔ اور میں نے خواب سُن کر آپ سے یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ میاں! آپ بڑے ہو کر مجھے بھلا نہ دیں اور مجھ پر بھی نظرِ شفقت رکھیں۔ (سوانح فضل عمر جلد ۱)

بچپن میں ہی الہام کے سلسلے میں ایک پُرانے دوست کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

"بچپن کے زمانہ میں جب کہ وہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں میرے ساتھ پڑھتے تھے آپ نے ذکر فرمایا کہ اُن کو یہ آیت الہام ہوئی ہے:

"وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

اور یہ بھی فرمایا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کر دیا تھا کہ یہ الہام مجھے ہوا ہے۔

نو عمری ہی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا شرف بھی آپ کو نصیب ہوا۔ چنانچہ مسجد احمدیہ لنڈن کی تعمیر کیلئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ کے دوران اس رویت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"مجھے آج تک تین اہم معاملات میں خدا تعالیٰ کی رویت ہوئی ہے۔ پہلے پہل اس وقت کہ ابھی میرا بچپن کا زمانہ تھا۔ اس وقت میری توجہ کو دین کے سیکھنے اور دین کی خدمت کی طرف پھیرا گیا اس وقت مجھے خدا نظر آیا اور مجھے تمام نظارہ حشر و نشر کا دکھایا گیا۔ یہ میری زندگی میں بہت بڑا انقلاب تھا۔ (بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۱۵۳)

دُعا، عزم اور توکل علی اللہ

آپؓ نے فتنہ انکار خلافت کے مقابلہ کیلئے حد امکان تک جو ظاہری اسباب اختیار کئے جا سکتے تھے وہ آپؓ نے کئے لیکن ایک لحظہ کیلئے بھی کبھی ان اقدامات پر بھروسہ نہ کیا اور انہیں کافی نہ سمجھا بلکہ مسلسل عاجزانہ دُعاؤں کے ذریعہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی۔ جماعت کو بھی دُعا کی طرف توجہ دلائی چنانچہ دُعا کے ذریعہ ہی کایا پلٹ گئی۔

۶/اپریل ۱۹۱۴ء کو فرمایا:

خوب یاد رکھو! اس وقت موجودہ صورت میں وہ کام جو پچیس سال میں حضرت مسیح موعود اور ان کے بعد چھ سال تک خلیفہ اوّل نے کیا تھا خطرہ کی حالت میں ہے۔ ایک جماعت ہے جو اس کے ٹکڑے کر دینے میں فرق نہیں کرتی ان کو مدِ نظر ہے کہ مقابل والوں کو شکست دے دیں وہ زور لگا رہے ہیں اپنے علم اور طاقت کو اس مقصد کیلئے صرف کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک طاقت ہیں اور ہم یہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا کر سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہم تو بالکل ناتواں ہیں۔ ہاں ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔ وہ بڑی طاقتوں اور قدرتوں والا ہے۔ وہ اپنے سلسلہ کو ہر ایک شر اور ضرر سے بچا سکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ بچائے گا...

(سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۱۴-۱۳)

فرمایا"میرا فرض ہے کہ جماعت کو ایک نقطہ پر جمع کروں۔ اسلئے خواہ اس کام میں میرے راستہ میں کتنی ہی مشکلات پیش آئیں میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق دے گا کہ جرأت سے ہر ایک دقّت کا مقابلہ کروں۔

میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ میرا ساتھ دیں گے یا نہیں۔ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اُس کے سوا کوئی نہیں جو میرا نقصان کر سکے یا مجھے کوئی نفع دے سکے۔ پس اگر میں لوگوں کے جذبات کے ماتحت چل کر اتحاد جماعت کے خیال کو چھوڑ دوں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ میں حکومت کا خواہاں ہوں نہ کہ خادم سلسلہ ہوں۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ اُسی کی توفیق سے ہی میں ہر ایک ایسی تدبیر کروں گا جس سے جماعت کو پھر ایک فردِ واحد کے ہاتھ پر جمع کرنا ممکن ہو۔ میں اللہ تعالیٰ پر اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میرا دل بھی حضرت ابو بکرؓ کی طرح مضبوط کر دے اور میں بھی کہہ سکوں کہ خواہ تم سب مجھے چھوڑ دو اور جنگل کے درندے بھی میرے مخالفوں کے ساتھ مل کر مجھ پر حملہ کریں تو میں اکیلا ان کا مقابلہ کروں گا جب تک کہ وہ میرے ہاتھ پر اسی طرح نہ اکٹھے ہو جائیں جس طرح کہ خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ واللہ المستعان۔

(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۱۵-۱۶)

مسند خلافت پر متمکن

۱۴/مارچ بروز ہفتہ بعد نماز عصر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے مطابق مخلصینِ جماعت احمدیہ کی دردمندانہ دُعاؤں کے ساتھ مسند خلافت پر متمکن ہوئے آپ حضورؑ کی پُر درد اور مقبول دُعاؤں کا ثمرہ تھے آپ کا وجود قبولیت دُعا کا ایک زندہ اور مجسّم نشان تھا۔ آپؓ کو خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی نہایت مشکل اور صبر آزما حالات اور ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر مشکل وقت میں اپنے خاص 'فضل و رحم' کا سہارا دیا اور خطرناک سے خطرناک وادی سے آپ اپنی جماعت کو نہایت کامیابی اور کامرانی سے بچاتے ہوئے فتح و نصرت کی نئی منازل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ دوست تو الگ رہے اولوالعزمی کے اس پیکر کو وہ مشاہیر بھی خراج تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکے جو دوستوں کے زُمرہ میں شامل نہ تھے چنانچہ خواجہ حسن نظامی شدید مخالفانہ حالات میں آپ کے ثبات قدم سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں۔ "مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کر کے اپنی مغلی جوانمردی کو

ثابت کردیا ہے۔"
(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۵)

ایک موقع پر آپؓ فرماتے ہیں: اب کون ہے جو مجھے خلافت سے معزول کر سکے خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے انتخاب میں غلطی نہیں کر سکتا اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہو سکتی اور اگر سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آسکتا۔ جیسے نبی اکیلا بھی نبی ہوتا ہے اس طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلے کو قبول کرے۔۔(صفحہ ۱۱)

پھر فرماتے ہیں "فتنے ہیں اور ضرور ہیں مگر تم جو لیے آپ کو اتحاد کی رسی میں جکڑ چکے ہو خوش ہو جاؤ کہ انجام تمہارے لئے بہتر ہو گا تم خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہو گے اور اُس کے فضل کی بارشیں انشاء اللہ تم پر اس زور سے برسیں گی کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔
(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۱۳)

بہر حال منصب خلافت پر متمکن ہوتے ہی جب آپ نے سلسلہ کے انتظامی امور کا جائزہ لیا تو ظاہر ہوا کہ یہ امور بہت کچھ بے قاعدگی اور بدنظامی کا شکار ہو رہے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں نہ صرف روپیہ نہیں تھا بلکہ انجمن خود مقروض تھی چنانچہ علاوہ جماعت کی روحانی اور اخلاقی اصلاح اور تربیت کا فرض ادا کرنے کے آپؓ کو سلسلہ کے انتظامی امور کی اصلاح کی طرف بھی توجہ کرنی پڑی اور سلسلہ کی مالی حالت کو مضبوط کرنے کی تدابیر سوچنی اور اختیار کرنی پڑیں۔ دوسری طرف مولوی محمد علی صاحب کا پروپیگنڈا زور و شور سے جاری تھا۔ آپ کے سامنے یہ کام نہایت اہم اور فوری توجہ کے قابل تھے اور نہایت پیچیدہ تھے۔

آپؓ کا عزم اور استقلال اور آپؓ کی فراست اور حسن تدبیر ہر پیچیدگی کو سلجھانے اور ہر مشکل کو آسان کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے گئے۔ اس جماعت کو مسلمانوں غیر مسلم اقوام اور حکومت کے بعض عناصر کی طرف سے ابتلا میں ڈالنے اور دکھ اور مظالم کا نشانہ بنانے کی کوششیں کی گئیں لیکن یہ تمام کوششیں بجائے جماعت کی ترقی کے راستہ میں روک ثابت ہونے کے جماعت کی مضبوطی اور ترقی کا موجب بنتی گئیں۔

سلسلہ احمدیہ کی تنظیم

آپؓ نے اپنی فراست سے سلسلہ کے مرکزی نظام کو نئی تشکیل دے کر مختلف نظارتوں کا قیام عمل میں لایا جن کے تحت بفضلہ تعالیٰ تااِیں دم احسن رنگ میں تمام امور بپایۂ تکمیل پہنچ رہے ہیں۔

مجلس مشاورت

آپؓ نے ۱۹۲۲ء میں اس مجلس کا آغاز فرمایا تاکہ اس ذریعہ سے جماعت کے ہر طبقہ کو نمائندگی کا موقعہ مل جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت تمام اکناف عالم میں اس مجلس کے تحت خلیفہ وقت کی قیادت و نگرانی میں بہترین رنگ میں تبلیغی و تربیتی امور سرانجام دیئے جا رہے ہیں۔

آپؓ کے دور میں تو بہت سے امور سر انجام پائے ہیں جن کو اس مضمون میں اس وقت بیان نہیں کیا جا سکتا ہے اس کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

حضورؓ کی رہائش وسادگی

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت حسین دلربا شخصیت عطا فرمائی تھی اور ہر شخص جس کو آپ کے ساتھ سابقہ پڑتا ہے اگر وہ حسد اور بُغض کے جذبات سے پاک ہو تو آپ کے حسن و احسان کا گرویدہ ہو جاتا ہے آپ کی زندگی نہایت سادہ اعلیٰ اخلاق اور شفقت کا نمونہ ہے آپ کی طبیعت باوجود بھاری ذمہ داریوں اور اہم افکار کے ہر وقت بشاش نظر آتی ہے۔ مہمان کی تواضع اور خاطر داری کا جذبہ آپ میں اتم درجہ موجود تھا۔

آپؓ کی رہائش کا جو کمرہ تھا وہ نہایت سادہ اور مختصر تھا ایک طرف میز پر چند کتابیں پڑی ہوتیں اور دوسری طرف میز پر کچھ خطوط ہوتے اور ایک طرف ہومیو پیتھک کی کچھ شیشیاں پڑی ہوتیں اور ایک طرف حضور کی چارپائی ہوتی جس پر معمولی سابستر بچھا ہوا ہوتا۔ ساتھ والا کمرہ لائبریری روم کہلاتا تھا جس میں مختلف قسم کی کتابیں الماریوں میں ہوتیں نیچے فرش پر قالین بچھا ہوتا تھا جس پر کچھ کتابیں اور کچھ خطوط پڑے ہوتے اور حضور نیچے فرش پر بیٹھ کر مطالعہ فرماتے اور دفتر کا کام بھی کرتے باہر برآمدہ میں ملاقات کیلئے کرسیاں بچھی ہوتیں اور ایک طرف پلنگ پر ڈاک پڑی ہوتی۔ رات گئے تک کام میں مصروف رہتے۔

لباس کی غیر معمولی سادگی

جہاں حضورؓ کی طبیعت انتہائی طور پر صفائی و نفاست پسند تھی وہاں کی سادگی کی انتہا بھی پورے کمال پر نظر آتی تھی۔ لباس نہایت سادہ رہنے سہنے کا طریق نہایت سادہ۔ سردی آتے ہی آپ کھدر کے پاجامے وغیرہ بنوانے کا ارشاد فرماتے پھر کھدر کے کرتے بھی بنواتے لحاف بھی سوتی بنواتے۔ لیکن بعد میں اپنی طبیعت کے پیش نظر گھر والوں کے کہنے پر نرم قسم کا لباس استعمال کیا اس میں آپ کو آرام محسوس ہوتا تھا۔

حسنِ سلوک

حضورؓ سلسلہ کے کارکنوں کے ساتھ بہت حسن سلوک فرماتے تھے مکرم قاضی عبدالحمید صاحب سابق ایڈیٹر "سن رائز" مرحوم کی حسب ذیل روایت بھی بیان کے لائق ہے۔

۱۹۳۵ء میں جب مجھے "سن رائز" کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ اور اگرچہ میں واقف زندگی نہیں تھا۔ میرا گذارہ الاؤنس جس پر کام شروع ہوا۔ ایک سو روپے ماہوار تھا۔ اور "سن رائز" کی ایک نگران کمیٹی تھی۔ جس کے صدر شیخ مبشر احمد صاحب معصوم تھے اس کمیٹی نے ایک سال کے بعد میرے گذارہ الاؤنس میں دس روپے اضافہ کیا۔ کمیٹی کو کبھی یہ خیال بھی نہ آیا کہ وہ سالانہ ترقی کا کوئی قاعدہ مقرر کرے۔ سارا کام حسب دستور ہوتا رہا چنانچہ جب میرا نکاح ہوا تو اس وقت میرا یہی ایک سو دس روپے ماہوار گزارہ تھا۔

اس کے علاوہ بجلی پانی اور رہائش کی مفت سہولت ملی ہوئی تھی۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کو اس تیرہ سال کے عرصہ میں جب کبھی میں نے اپنی ضرورت کے متعلق اور گذارہ میں اضافہ کی اشارۃً درخواست کی تو حضور نے کمال شفقت سے اُسے بلا تردد قبول فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک ایک وقت میں پچاس پچاس روپے ماہوار اضافہ منظور فرمایا"(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

قاضی صاحب نے مزید فرمایا:

"خاکسار نے تقسیم ملک کے وقت فسادات اور گشت و خون کے ایام میں سن رائز کا چارج چھوڑا تھا اس وقت مجھے وکالت کا کام کرتے ہوئے جو امر تسر میں کیا کرتا تھا تیرہ سال ہو چکے تھے جس طرح ہندوستان سے ہمارے احمدی احباب لٹے پٹے ہوئے آئے تھے اور پریشان حال تھے میری حالت بھی کچھ اسی قسم کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے میری اس پریشانی کے پیش نظر کمال شفقت اور بندہ نوازی سے ایک ہزار روپے کا چیک بھجوایا جسے اس وقت میں نے نعمت غیر مترقبہ سمجھا اور حضور کی ذرّہ نوازی کا شکریہ ادا کیا۔"(سوانح فضل عمر ۲ صفحہ ۱۶۱)

آپؓ کی فیاضی اور احسان اپنے احباب اور خدام تک ہی محدود نہیں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو بے تعلق رہ کر بلکہ مخالف ہو کر بھی آپ کے احسانات کے مورد ہو چکے ہیں۔ جو وقت بھی کوئی شخص آپ کی صحبت میں گذارتا ہے وہ اس کیلئے روحانی اور اخلاقی تربیت کا موجب ہوتا ہے۔ قادیان میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان آپ مسجد مبارک میں تشریف فرما رہتے ہیں اور بڑے اور چھوٹے۔ عالم اور کم علم والے مسلم اور غیر مسلم سب کو آپ کی صحبت کا موقعہ میسر آجاتا ہے۔ اور اُس وقت جو روحانی اور دماغی دستر خوان بچھایا جاتا ہے اُس میں سب شریک ہوتے ہیں جو شخص چاہے کسی دینی علمی یا اخلاقی مسئلہ پر آپ سے سوال کر سکتا ہے اور آپ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو نہایت عام فہم طریق پر واضح فرماتے۔ اپنی تقریروں اور تحریروں میں بھی آپ کا یہی طریق رہا کہ آپ تشریح اور توضیح اور دلائل کے ذریعہ اپنی بات منوانے کی سعی فرماتے نہ کہ محض اختیار اور رعب کے طریق سے۔

شفقت والفت کا واقعہ

مکرم مولانا ابوالعطا صاحبؓ نے رسالہ الفرقان میں اسے شائع کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ میری پہلی مرحومہ بیوی کی وفات کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے از خود اپنے ہاتھ سے میری موجودہ بیوی کے والد مرحوم حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی کو (جو اُن دنوں سرگودھا میں محکمہ نہر میں ملازم تھے) مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

اُس خط کا مضمون اس طرح ہے۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کے ہاں ایک رشتہ ہے اور مولوی اللہ دتا صاحب کو بھی اس وقت رشتہ کی ضرورت ہے آپ کو مولوی صاحب کا اخلاص اور ان کی نیکی معلوم ہی ہے وہ بہت ہونہار نوجوان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کرنے والے ہیں اگر آپ پسند فرمائیں۔ تو میں انہیں اس رشتہ کی تحریک کروں امید ہے کہ آپ بہت جلد اس امر کے متعلق مجھے اطلاع دے کر ممنون فرمائیں گے۔

والسلام خاکسار: مرزا محمود احمد"

مکرم مولانا صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ اللہ! کتنی محبت اور ہمدردی ہے اور کس طرح اپنے ادنیٰ ترین خادموں کی حوصلہ افزائی اور دلداری کی جاتی ہے۔(بحوالہ الفرقان ربوہ ۱۹۶۵ء)

ایک خادم دین کے جذبات کا خیال

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحبؓ تحریر کرتے ہیں:

"سرینگر کے قیام کے عرصہ میں مجھے قادیان سے اطلاع ملی کہ میری چھوٹی معصوم بچی وفات پاگئی ہے۔ میں نے حضور کی خدمت میں لکھ دیا۔ حضورؓ نے جمعہ کی نماز کے بعد بچی کا جنازہ غائب پڑھایا اور خطبہ کے آخر میں فرمایا کہ میرا دستور نہیں کہ چھوٹے بچوں کا جنازہ غائب پڑھاؤں اور یوں اُن کے جنازہ غائب کی ضرورت بھی نہیں ہوتی مگر مولوی ابوالعطاء صاحب چونکہ جہاد کی حالت میں ہیں اور اُن کی غیر حاضری میں بچی فوت ہوئی ہے اسلئے میں استثنائی طور پر بچی کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ اس واقعہ اور ان الفاظ میں شفقت اور دلداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپؓ کو اپنے خدام کے جذبات کا بے انتہا خیال ہوتا تھا۔ (بحوالہ الفرقان ربوہ ۱۹۶۵ء)

مبلغین کی صحت کا اہتمام

مکرم مولانا ابوالعطاء صاحبؓ ہی تحریر کرکے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ ثانیؓ شملہ میں تھے وہاں جماعت نے سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ میں اُن دنوں لاہور میں بطور مبلغ مقرر تھا۔ میں مونگ ضلع گجرات کے مناظرہ سے فارغ ہو کر لاہور پہنچا ہی تھا کہ حضورؓ کی طرف سے تار موصول ہوا کہ فوراً شملہ پہنچیں۔ میں اسی وقت روانہ ہو گیا جلسہ میں تقریر کی اور مجھے رات کو شدید بخار ہو گیا۔ حضورؓ جس کوٹھی میں قیام فرما تھے اُسی کے ایک حصہ میں ارکان قافلہ کے ساتھ میرا بھی قیام تھا۔ حضورؓ نے محترم جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو میرا طبی معائنہ کرنے کا ارشاد فرمایا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے اطلاعیں ملتی رہتی ہیں کہ آپ کو کبھی بخار ہو جاتا ہے۔ اب آپ پہاڑ پر آئے ہوئے ہیں دو تین ماہ یہاں رہ کر آرام کر لیں اور علاج بھی کریں۔

ابھی اس سلسلہ میں تجاویز ہو رہی تھیں کہ حضورؓ کے پاس چک نمبر ۳۳ ضلع سرگودھا کے مناظرہ کے بارہ میں تار آیا اور میرے بھجوانے کیلئے درخواست کی گئی تھی حضورؓ نے بادل نخواستہ فرمایا کہ اچھا اب وہاں جانا تو ضروری ہے۔ مگر آپ اپنا علاج کرتے رہیں۔ اس کے بعد حضورؓ ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور بعض دفعہ خود دریافت فرماتے اور بعض دفعہ خود دوائیں تجویز فرما دیتے تھے۔

آپؓ کے کارنامے

آپ کے کارنامے ایک دو نہیں سینکڑوں اور ہزاروں ہیں جن کو اس مضمون میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تبلیغ اسلام اکناف عالم میں - سیاسی مسائل میں رہنمائی۔ تعمیر ربوہ۔ تحریک جدید۔ وقف جدید آپ کی تصانیف اخبارات و رسائل، پانچ ذیلی تنظیمیں، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت

حضورؓ کی خدانما زندگی کے اگرچہ ہزار ہا پہلو ہیں اور ہر پہلو اپنے اندر ایک خاص شان رکھتا ہے اور آپؓ کے ذات میں منفرد اور ممتاز حیثیت سے جلوہ گر ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاشقانہ تعلق کے بعد آپ کو اوّلین و آخرین میں سے جس وجودِ مقدس و مطہر کے ساتھ سب سے زیادہ محبت و عقیدت تھی اور جس کی یاد میں آپ کی روح ہر وقت گداز رہتی اور حمد کے ترانے گاتی تھی وہ سید الاولین والآخرین فخرِ دو عالم فخر کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جس کا کسی قدر اندازہ آپؓ کے شعری کلام سے بھی ہو سکتا ہے۔

آپؓ نے اٹھارہ برس کی عمر میں ہی اپنے آقا کی یاد میں شعر کہنے شروع کئے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں فرمایا:

محمد میرے تن میں مثل جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے
وہ ہم کہ فکر میں دیں کے ہمیں قرار نہیں
وہ تم کہ دینِ محمدؐ سے کچھ بھی پیار نہیں
کروڑ جاں ہو تو کر دوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں
محمد پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰ ہو

نثر میں عشق رسولؐ کی جھلک

حضرت مصلح موعودؓ کے شعری کلام سے آنحضرتؐ کے ساتھ اظہار عشق و محبت کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ جہاں تک حضورؓ کی مقدس تحریرات اور پاکیزہ ملفوظات کا تعلق ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند شان ارفع اور فیوض روحانیہ کا تذکرہ بڑی کثرت سے ملتا ہے۔ جو بلا مبالغہ ہزاروں صفحات پر محیط ہے۔

حقیقۃ النبوۃ کتاب کے صفحہ ۱۸۵ پر آپ نے تحریر فرمایا:

"نادان انسان ہم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اُسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم، اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تختِ شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اسے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں کیوں اس سے محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔

میرا حال مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

وسیع النظر اور صاحبِ فراست

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی وسیع نظر بخشی تھی آپ خدا کے نور سے منور تھے مکرم مولوی محمد صادق صاحب سابق مبلغ سماٹرا بیان کرتے ہیں ایک دفعہ خاکسار نے سنگاپور سے عرض کیا کہ اس وقت سنگاپور اور ملایا میں سخت مخالفت ہو رہی ہے حضور راہنمائی فرمائیں۔ جواب آیا کہ دورے پر چلے جاؤ اور تمام علماء اور امراء سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرو۔

میں نے ارشاد کے مطابق سنگاپور سے دورہ شروع کیا اور ہنسانگ تک چلا گیا۔ قریباً ایک سو علماء سے ملاقات کی اور احمدیت کے متعلق ان کے سامنے وضاحت کی۔ میں نے دیکھا کہ قریباً نوے فیصدی علماء نے اقرار کیا کہ ہم احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں، خادمِ اسلام یقین کرتے ہیں اور انہیں کافر کہنے کیلئے تیار نہیں۔ ہمیں پہلے احمدیت کے متعلق دھوکا دیا گیا تھا۔

(بحوالہ الفرقان ربوہ ۱۹۶۵ء)

روحانی امراض کے معالج

مکرم مولوی محمد صادق صاحب مبلغ سماٹرا ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضور! تین چار ماہ سے نماز میں وہ سرور اور لذت محسوس نہیں ہوتی جو پہلے حاصل ہوتی تھی۔ حضور راہنمائی فرمائیں۔

جواب آیا کہ "ابتہال سے کام لیں" ابتہال کے معنی ہیں دُعا پر زور دینا سو ارشاد کے مطابق دُعاؤں پر زور دیا گیا تو پھر وہی لذت اور سرور حاصل ہونے لگا۔ الحمد للہ و جزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

(بحوالہ الفرقان ربوہ ۱۹۶۵ء)

اللہ تعالیٰ نے حضورؓ کو ہر کام میں اولوالعزمی عطا فرمائی تھی

سب لوگ جانتے ہیں کہ حضور بہت تیز رفتار تھے۔ اکثر لوگوں کو حضورؓ کے ہمراہ چلنے کیلئے بھاگنا پڑتا تھا۔

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت اقدسؓ بیان کرتے ہیں کہ پانی میں تیرنے کا موقعہ آیا تو خاکسار نے قادیان کی قریبی نہر میں خود دیکھا کہ موضع تتلے کے پُل سے حضورؓ نے دوسرے احباب کے ساتھ پانی کے بہاؤ کے مطابق تیرنا شروع کیا اور دوسرے پُل تک تیرتے چلے گئے جبکہ کئی بظاہر طاقتور نوجوان بھی ہمت ہار کر پانی میں حضورؓ کے ساتھ تیرنے کی بجائے چل رہے تھے۔ صرف ایک حضورؓ ہی تھے جو تیرتے ہوئے وہاں تک آئے تھے۔ پھر حضورؓ نے فرمایا کہ اگر حضور چاہیں تو ابھی اور کافی فاصلہ تیر سکتے ہیں اس سے حضورؓ کی اولوالعزمی کا پتہ لگتا ہے۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضور رضی اللہ عنہ کی تقریر کبھی کبھی مسلسل ۶-۷ گھنٹے تک جاری رہتی اس کے بعد جماعتوں سے ملاقات کا وقت ہوتا جو کہ رات کے بارہ ایک بجے تک ممتد ہو جاتا۔ حضورؓ خندہ پیشانی سے ہر ایک سے مصافحہ فرما کر حالات دریافت فرماتے اور مشورے عطا فرماتے تھے۔

شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب مذکور نے ہدایت کے بموجب کہ جونہی کتاب کی پہلی جلد تیار ہو (تفسیر کبیر) حضور کی خدمت میں فوراً پیش کی جاوے۔ جب پیش کرنے کیلئے دستک دی تو حضور فوراً تشریف لے آئے اور تیار شدہ جلد کو ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے۔

حضورؓ سب کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دینے میں بہت خوشی اور تسلی پاتے تھے چنانچہ جب بھی دستک دی گئی حضور خود تشریف لا کر دروازہ کھولتے۔ ۳۵ء میں فتنۂ احرار کے موقع پر اس کی اہمیت کے پیشِ نظر حضور نے اس ضمن میں ضروری خط و کتابت اور لٹریچر وغیرہ کو محفوظ رکھنے کا کام اپنے ذمہ ہی رکھا ایک موقع پر حضورؓ نے فرمایا بھی تھا کہ فتنۂ احرار کے موقع پر سب کام حضورؓ نے خود کئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس فتنہ کا قلع قمع بہت جلد ہو گیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور اگرچہ عام انسان تھے لیکن حضورؓ کے کاموں کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ تسلیم کرنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے کہ اس خاص انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی خاص تعلق ہے۔ اور اس کی خاص تائید اس کے شامل حال ہے۔ چنانچہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ حضور کو کسی ایسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی ہے جو عام حالات میں قریباً ناممکن ہوتی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے حصول کے سامان ہو جایا کرتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضورؓ کے منشاء کی تکمیل میں لگ جاتے تھے۔

(بحوالہ الفرقان ۶۵، صفحہ ۶۳)

گھریلو زندگی کے ہر شعبہ میں دلچسپی

حضورؓ گھریلو اور عائلی زندگی کے ہر شعبہ میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ آپؓ اپنے گھر کے کام میں بھی حصہ لیتے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے آپؓ بہت اچھا کھانا پکانا بھی جانتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے نہایت لذیذ ڈِش بنائی جس پر گھر والے بھی حیران رہ گئے۔ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتی ہیں۔ آپ کو ہر قسم کے موسم میں خوب انجوائے (Enjoy) کرنا آتا تھا۔ گرمی، سردی، برسات ہر موسم میں جب کبھی تھوڑی بہت کام سے فراغت ہوئی آپ بچوں کو اور دیگر افرادِ خانہ کو بلاتے اور فرماتے میرے پاس بیٹھو سردی کے موسم میں کمرہ گرم ہوتا کبھی سبز چائے یا کافی وغیرہ تیار کرنے کو فرماتے خشک میوہ اور تکے وغیرہ بنانے کو کہتے۔ بھونے چنے اور مکّی کے دانے بھی آپ کو بہت مرغوب تھے برسات میں آپ پکوڑوں اور پوڑوں وغیرہ کا اہتمام کراتے خدام کیلئے خاص طور پر ہدایت ہوتی کہ ان کو بھی ہر طرح محظوظ ہونے کا پوری طرح آزادی سے موقع دیا جائے۔ گرمیوں میں کبھی شربت بنواتے کبھی آئس کریم اور فالودے وغیرہ۔ لیکن ہم سب کو اکٹھا کرنے کے بعد خود اپنے دینی کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ بیچ میں وقفے وقفے کے بعد ہم سب سے مخاطب ہو جاتے۔ کبھی اس کی تیاری کے متعلق کوئی بات کہہ دیتے۔ کبھی لطیفہ سُنا کر محفل کو زعفران زار بنا دیتے۔

آپؓ بیان کرتی ہیں کہ قادیان کا ذکر ہے کہ ایک دن موسلا دھار بارش ہو رہی تھی گرمی کا موسم تھا۔ مجھے فون کیا جلدی آؤ بڑے مزے کا دن ہے۔ حضور کی باری آپا جان مرحومہ کے ہاں تھی۔ میں نے فون پر کہا اس قدر موسلا دھار بارش میں کیسے آؤں؟ بھیگ جاؤں گی۔ فرمانے لگے نہیں آجاؤ بارش میں بھیگنے کا بھی مزہ ہے۔ دیکھو میں نے آموں کے ٹوکرے (جو سندھ کے باغ سے آئے تھے) صحن میں رکھوائے ہیں آم بارش میں خوب ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ بارش میں کھانے کا لطف آتا ہے۔ اسی طرح دوسرے گھروں میں سے بھی سب کو بلوایا اور خود اپنے ہاتھ سے اچھی قسم کے آم چھانٹتے اور سب کو باری باری دیتے اور ساتھ ہی بتاتے چلے جاتے کہ یہ آم کی فلاں قسم ہے آم کی فلاں قسم کا پودا میں نے فلاں وقت فلاں سن میں لگوایا تھا۔ تھوڑی دیر کیلئے ایسی محفل جمتی کہ کوئی اس کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ (بحوالہ اخبار بدر ۱۲ر فروری ۱۹۷۰ء)

دوسروں کے جذبات و خواہشات کا احترام

سیدہ مہر آپا صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ ہی بیان فرماتی ہیں کہ مجھے بعض کھیلوں سے بچپن سے ہی ایسا لگاؤ تھا کہ شادی کے بعد بھی جب تک حالات سازگار رہے انہیں چھوڑ نہ سکی۔ سرسری طور پر بھی کبھی اس قسم کے شوق کا اظہار مجھ سے اتفاقی ہو جاتا تو آپ میرا وہ شوق فوری طور پر پورا

کرتے۔ میں ٹیبل ٹینس، بیڈمنٹن اور رائفل کے متعلق بے خیالی میں اپنے شوق کا اظہار کر بیٹھی آپ نے اسی وقت کہنے کے بعد دیگرے یہ سب سامان مجھے منگوا کر دیئے رائفل کے نشانہ کی پریکٹس تو آپ نے اپنے سامنے کروائی سندھ کے سفر میں کئی دفعہ باغ میں سیر کرنے کے دوران رائفل چلوائی۔ ہر دفعہ خدا کے فضل سے کچھ ایسا اتفاق ہوتا کہ نشانہ ٹھیک ہی بیٹھتا۔ اپنے سامنے نشانہ لگواتے اور کندھے کو سپورٹ کرتے اس خیال سے کہ شاید میں کوئی غلطی کر بیٹھوں یا دھماکے سے بازو کو نقصان نہ پہنچے۔

بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس منگوا کر دینے کے بعد اکثر پوچھتے کیا تم کھیلتی بھی ہو۔ اپنی دلچسپی کا اظہار اس رنگ میں کرتے کہ مجھے یہ یقین ہو جاتا کہ آپ کو بھی میری ہوبی (Hobby) سے خاص لگاؤ ہے۔ اور آپ بھی اسے پسند کرتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ مجھے رائیڈنگ، بوٹنگ اور ڈرائیونگ کا بھی شوق تھا۔ سندھ کے سفروں میں گھوڑے کی سواری اور اونٹ کی سواری کا شوق پورا ہوا۔ خاص طور پر ہم لوگوں کیلئے سواری کے گھوڑے منگواتے۔ اونٹ منگواتے لیکن آپ ہمیں اونٹ اور گھوڑوں پر خود سامنے کھڑے ہو کر سوار کرواتے اور جب ہم لوگ واپس آتے تو اکثر آپ خود آ کر اپنے سامنے ہمیں اترواتے آپ کو اس کے بغیر تسلی نہ ہوتی۔ بلکہ جب تک ہم لوگ واپس نہ آ جاتے برابر انتظار میں رہتے اور بار بار ہماری واپسی کے متعلق پوچھتے رہتے۔ لباس کی اچھی تراش خراش وضع قطع، کانٹ چھانٹ تک کا آپ کو احساس ہوتا۔ نفاست و صفائی کا بے حد خیال رہتا ہر وقت ہم لوگوں کو خوش دیکھنا پسند فرماتے تھے۔

آپ بیان فرماتی ہیں کہ حضور بہت دلداری اور دلجوئی فرماتے۔ ڈلہوزی میں میں نے ۵ ڈشز بمعہ پرہیزی وغیرہ کے تیار کئے شادی کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا میں بہت فکر مند تھی کہ نہ معلوم اب حضور پسند فرمائیں گے کہ نہیں۔ بیان کرتی ہیں کہ میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ آپ نے ہر کھانے کو اس قدر پسند فرمایا کہ ان ڈشوں میں سے تھوڑا تھوڑا کھانا اپنے ہاتھ سے حضرت ام المومنینؓ کو بھیجا اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ یہ "مہر آپا" نے پکایا ہے۔ مچھلی اور گردے جو حضورؓ کو بہت ہی پسند آئے تھے اس کے متعلق کہلا بھیجا کہ اب سردار النساء کے ہاتھ کے یہ دونوں کھانے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے نہ صرف یہی بلکہ سردار النساء تمہیں اپنے پکانے پر بڑا زعم تھا۔ ذرا مچھلی اور کلیجی کھا کر چکھو۔ تمہیں پتہ چلے یہ کس ہاتھ کی پکی ہوئی ہے۔ سردار النساء بڑی محظوظ ہوئیں اور اپنی ہار مانی۔ یہ اتفاق سمجھئے اور خدا کا فضل ہر ایک کو ہی تمام کھانا پسند آیا حضور کی پسندیدگی کے اظہار سے میری تمام کوفت پریشانی سب کافور ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہر حالت میں راضی رہتے

حضرت مہر آپا بیان کرتی ہیں کہ ڈلہوزی ہی کا واقعہ ہے ہماری ایک بچی جس کا دل بے حد کمزور تھا بجلی کے کڑاکا کی آواز سے اچانک فوت ہو گئی اطلاع آئی کہ بچی کڑاکے کی آواز سے پلنگ کے دوران بے ہوش ہو گئی ہے آپ تیزی سے اناللہ... کہتے ہوئے سرپٹ بھاگ پڑے۔ سلیپر پہنے ہوئے تھے اسی حالت میں چل پڑے۔ جس جگہ جانا تھا سیدھی چڑھائی تھی جہاں ڈانڈی یا گھوڑے کے سوا چلنا مشکل تھا۔ آپ کے پیچھے پیچھے تمام خدام بمع دفتر کے عملہ کے بھاگے چلے جا رہے تھے لیکن کیا مجال جو آپ راستے میں کہیں ٹھہرے ہوں یا گھوڑے اور ڈانڈی کی پیشکش کو قبول کیا ہو۔ غیر معمولی تیزی سے قدم اُٹھاتے چلے جا رہے تھے۔ جائے حادثہ پر پہنچ کر تمام ڈاکٹروں کو جو اس وقت میسر آ سکے اکٹھا کیا بچی کی دیکھ بھال کی۔ لیکن جب ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ بچی تو کڑاکے کی آواز کے ساتھ ہی ختم ہو چکی ہے اب کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ تو آپ کمال خاموشی وسکون کے ساتھ واپس تشریف لائے دل پر بیحد اثر تھا۔ تکلیف و دکھ تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اگر کوئی کلمہ آپ کی زبان مبارک سے ہم نے سنا تو یہی تھا "انا للہ وان الیہ راجعون" حقیقی عشق خداوندی اور حقیقی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا یہی تھا کہ اس کی رضا پر صحیح معنوں میں راضی ہوا جائے۔ ہر صدمہ ہر زخم کا پوری عالی حوصلگی کے ساتھ مقابلہ کیا اور پھر خدا تعالیٰ کی مرضی پر حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو ڈھال دینا آپ کا کمال تھا۔ (بحوالہ اخبار بدر ۱۹۷۰ء)

دین اسلام کیلئے جوش و جذبہ

آپؓ فرماتے ہیں:

اگر ہم کو دین اسلام کی مدد کرنے کا جوش نہیں تو بخدا ہم نہایت ہی سخت ٹوٹا پانے والوں میں ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے جس میں اسلام کی محبت نہ ہو اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جائے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد سے قاصر ہیں۔ رونے کا مقام ہے۔ اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔ سوائے بھائیو! دُعا کرو اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ اے رب ذی الاکرام اب ہم گنہ گاروں پر رحم کر اور ہماری پچھلی خطاؤں کو معاف کر اور آئندہ ہم کو نیکی کی توفیق دے اور اے خدا اے قادر جب ہماری جان نکلے تو ہم مسلمان ہوں۔ ہم ایک دم کیلئے بھی اشاعت دین سے غفلت نہ کریں۔ اے غیور خدا تو دیکھتا ہے کہ اسلام پر شرک نے کیسے کیسے حملے کئے ہیں۔ پس ہماری مدد کر کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے ہیں"۔ (تشحیذ الاذہان جلد ا صفحہ ۱۲)

آپؓ فرماتے ہیں:

"پس چاہئے کہ ہمارے سامنے خواہ کس قدر مشکلات ہوں۔ ہم اپنے خون کے آخری قطرہ تک کو خدا تعالیٰ اور اسلام کی راہ میں بہادیں اور اگر ہم اس کیلئے تیار نہیں ہیں۔ گر ہم اس قربانی سے ہچکچاتے ہیں۔ اگر ہمیں ایسا کرنے میں کوئی تامل ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ہمارا سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونا محض ایک دکھاوا ہے۔ فریب ہے مکاری ہے اور دغابازی ہے۔ بے شک قربانیوں کا راستہ لمبا ہوتا جاتا ہے مگر اچھی طرح یاد رکھو کہ جب تک کوئی قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اُسے قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ قربانی کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔ اور جس دن کوئی قوم یہ چاہے کہ خدا تعالیٰ اُس سے قربانی کا مطالبہ نہ کرے اس کو ابتلا میں نہ ڈالے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ وہ چاہتی ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے چھوڑ دے۔ قربانی کے مطالبہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ اسے یاد کر رہا ہے۔ اور جو شخص قربانی کے دروازہ کے بند کئے جانے کا خیال بھی دل میں لاتا ہے وہ ایمان کی حقیقت سے واقف نہیں۔ جو امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قربانی کے دروازہ کو بند کر دے۔ وہ گویا دُعا کرتا ہے کہ اے خدا مجھے چھوڑ دے اے خدا مجھے بھول جا۔ اے خدا مجھے کبھی یاد نہ کر۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی دُعا کرنے والا مومن نہیں ہو سکتا" (خطبہ جمعہ الفضل ۱۹۴۴ء)

مصلح موعودؓ کی بےلوث خدمات

حضرت مصلح موعودؓ نے ۵۱ سال سے زائد عرصہ جماعت احمدیہ کی بحیثیت خلیفہ قیادت کر کے ایسی بے مثال خدمات سرانجام دیں جنہیں تحریر میں لانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ کس کس پہلو کو اُجاگر کیا جائے اس وقت صرف اُن خدمات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو حضورؓ نے اسلام کیلئے اور مسلمانوں کیلئے کیں ہیں اور جن کا اعتراف غیروں نے کیا ہے۔ اخبار ہمدرد دہلی مورخہ ۲۴؍ ستمبر ۱۹۲۷ء میں تحریر ہے:

"ناشکر گزاری ہوگی جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور اُن کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کیلئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کیلئے بالعموم اور اُن اشخاص کیلئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمات اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں۔ مشعل راہ ثابت ہوگا۔ جن اصحاب کو جماعت قادیان کے اس جلسہ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم و طریق کار پر اظہار خیالات فرمایا شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ ہمارے خیال کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اخبار مشرق ۲۲؍ ستمبر ۱۹۲۷ء میں رقم طراز ہے

"جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلا آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل خانے جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف و عدل کی طرف مائل کیا۔ آپ کا پمفلٹ ضبط کر لیا مگر اُس کے اثرات زائل نہیں ہونے دیئے اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی ضبطی محض اسلئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور اُس کا تدارک نہایت ہی عادلانہ فیصلے سے کر دیا اور اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں۔ سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں۔ صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد، جمعیت سے مرعوب نہیں ہے۔ اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔ مسلم پولیٹیکل جماعت جو لنڈن میں بنائی گئی ہے۔ یہ مسلم لیگ کی طرح مٹ جانے والی اور تباہ ہو جانے والی چیز نہ ہوگی کہ مسلمانان ہند نے لیگ کا اثر ولایت تک بڑھایا۔ لیکن جب ہندوستان کی نیشنل کانگرس میں لیگ جذب ہو گئی تو آنریبل سید امیر علی کو دودھ کی مکھی کی طرح الگ کر دیا۔"

اس کے علاوہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کی بنیاد بھی آپؓ نے رکھی ہے اب ان جلسوں نے عالمگیر صورت اختیار کی ہے اس کے علاوہ ہندو مسلم اتحاد کے متعلق آپؓ نے کچھ تجاویز بھی شملہ کانفرنس میں پیش کیں تھیں جن سے مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی حقوق کا انتظام مقصود تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضورؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

چنتہ کنٹہ میں جلسہ "یوم تبلیغ"

۲۰ نومبر کو بعد نماز جمعہ مسجد چنتہ کنٹہ میں جلسہ یوم تبلیغ منعقد کیا گیا۔ جلسہ کا آغاز عزیزہ ناصرہ بیگم کی تلاوت سے ہوا۔ عہد نامہ دُہرانے کے بعد محترمہ منیرہ اعظم صاحبہ نے نظم نہایت ہی خوش الحانی سے پڑھی۔

بعدہٗ محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ عزیزہ نصرت بیگم صاحبہ، عزیزہ ناہیدہ بیگم صاحبہ، محترمہ آسماء رفیق صاحبہ، عزیزہ صادقہ بیگم، عزیزہ مبارکہ بیگم صاحبہ، عزیزہ طیبہ جہاں بیگم اور کوثر جہاں بیگم نے تقریر کی۔ اور محترمہ عفت جہاں بیگم، محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ، محترمہ نکہت بیگم صاحبہ، محترمہ ممتاز بیگم صاحبہ اور محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ نے نظمیں پڑھیں۔

جلسہ کے اختتام پر خاکسار نے اختتامی خطاب میں سب بہنوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خدمت دین پر قائم رہنے کی طرف توجہ دلائی۔ دُعا کے بعد شیرینی تقسیم کی گئی۔ کل ۴۵ بہنیں شریک جلسہ ہوئیں جن میں ۵ غیر از جماعت تھیں۔ جلسہ کے بعد عہدیدارات جماعت نے غیر احمدی گھروں میں جا کر تبلیغ کی اور پمفلٹ تقسیم کئے۔

(بشریٰ نگار صدر لجنہ چنتہ کنٹہ)

حضرت مصلح موعودؓ مسلمانوں کا ایک عظیم ہمدرد

برہان احمد ظفر قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس زمانہ میں صداقت اسلام ظاہر کرنے کیلئے ساری دنیا کو نشان نمائی کی دعوت دے رہے تھے اسی وقت آپ نے ایک عظیم الشان فرزند کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:

"اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

یہ الہامی جملہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے جاری ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث کا عکس اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعالیٰ یَقُوْلُ یَومَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَا بُوْنَ بِجَلَالِی اَلْیَومَ اَظِلُّھُمْ فِی ظِلِّیْ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلِّی"

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الحب فی اللہ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور میری عظمت کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج جبکہ میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں میں اُنہیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دوں گا۔

حضرت المصلح الموعودؓ نے دین اسلام کی محبت اور مسلمانوں کی ہمدردی اور اُن سے اخوّت کے سلسلہ میں جس میدان میں بھی قدم رکھا خدا کا سایہ آپ کے ساتھ ساتھ نظر آتا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی وہ خدمت کی ہے جس کی نظیر اس دور میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ آپ کی مسلمانوں سے محبت اور دین اسلام سے ہمدردی کا اندازہ صرف اس ایک حوالہ سے کیا جا سکتا ہے آپؓ فرماتے ہیں۔

"اگر آریہ قوم اپنے مال و دولت کے بَل بوتے پر شدھی کو کامیاب کرنا چاہتی ہے تو میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میری جماعت کی کل جائیداد کی قیمت کا اندازہ دو کروڑ روپیہ کے قریب ہوگا میری جماعت یہ سب املاک و جائیداد اس تحریک شدھی کے خلاف قربان کرنے سے دریغ نہ کرے گی"۔

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ ۳۱۹)

مولانا عبدالمجید سالک صاحب کہتے ہیں کہ مولانا محمد علی نے ایک جگہ تقریر کے دوران کہا:

"اب اس ملک سے ہجرت کر جانے کے سوا اور کوئی شرعی چارہ باقی نہیں اسلئے ہم اس ملک کو چھوڑ جائیں گے (کیونکہ ھندوستان میں انگریز حکومت تھی اور اس نامی خلافت کا خاتمہ جنگ عظیم اوّل کے بعد انگریزوں نے ہی کیا تھا) اور اپنے مکانات اور اپنی مساجد اپنے بزرگوں کے مزارات سب بطور امانت اپنے ھندو بھائیوں کو سونپ جائیں گے تا آنکہ ہم پھر فاتحانہ اس ملک میں داخل ہو کر انگریزوں کو نکال دیں اور اپنی امانت اپنے بھائیوں سے واپس لے لیں۔ مجھے یقین ہے کہ ھندو بھائی جن کے ساتھ ہم ایک ہزار سال سے زندگی بسر کر رہے ہیں ہماری اتنی خدمت سے پہلو تہی نہ کریں گے"

(سرگزشت صـ۱۰۷)

جس وقت یہ علماء مسلمانوں کی عاقبت کا کچھ بھی خیال نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی املاک سے بے دخل ہونے کی تلقین کر رہے تھے۔ عین اسی وقت مسلمانوں کے عظیم ہمدرد حضرت مصلح موعودؓ نے یہ آواز اُٹھائی۔

"ہجرت کے متعلق میں نے لکھا تھا کہ اوّل تو شرعاً یہ موقع ہجرت کا ہے ہی نہیں۔ دوم اگر خلاف شریعت ہجرت کی بھی گئی تو اس کے سامان چونکہ آپ لوگوں کے پاس نہیں ہیں اس کا نقصان پہنچے گا اور دشمنوں کو ہنسی کا موقع ملے گا"۔

(ترک موالات اور احکام اسلام بحوالہ انوار العلوم صـ۲۰۶)

حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کو ھندوستان سے ہجرت نہ کرنے کی صلاح دی یہ آواز چونکہ اس وقت کے ناعاقبت اندیش جوشیلے مسلمانوں کی آواز کے خلاف تھی اس کی مخالفت کی گئی۔ مسلمانوں کے ایک حصہ نے اپنے ہمدرد کی بات کو نہ مانتے ہوئے یہاں سے ہجرت کی جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ اُنہیں ترکی میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی یہاں کی املاک اونے پونے بیچ کر جانے والوں یا پھر امانت کے طور پر دوسرے کے سپرد کرنے والوں کو واپسی پر کچھ بھی ہاتھ نہ لگا۔ مولانا عبدالمجید سالک صاحب لکھتے ہیں:

"جذباتِ انسانی کی کیفیت عجیب ہے، یہ مخلص اور جوشیلے مسلمان کسی جوش و خروش سے ایک دینی حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے وطن کو ترک کر رہے تھے اور پھر چند ماہ بعد امیر امان اللہ خان کی حکومت نے اس لشکرِ جرار کی آباد کاری سے عاجز آکر اس کو جواب دے دیا تو ان مہاجرین کی عظیم اکثریت بادلِ بریاں و بادیدۂ گریاں واپس آگئی اور تحریک کا جو محض ہنگامی جذبات پر مبنی تھی نہایت شرمناک انجام ہوا۔

(سرگزشت صـ۱۱۴)

کاش مسلمانوں نے اس وقت حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات مان لی ہوتی اور اس ہجرت سے باز رہتے تو ایک بڑے قومی نقصان سے بچ جاتے۔ اب تیر ہاتھ سے نکل چکا تھا یہ تو بد انجام دیکھنے کے بعد ہی مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ان کا ہمدرد کون تھا اور ناعاقبت اندیشی سے ہلاکت کی طرف دھکیل دینے والا کون؟

۱۹۲۲ء کی بات ہے جب حضرت المصلح الموعودؓ خلافت پر متمکن تھے کہ آگرہ کے گردونواح علاقہ ملکانہ میں ہندوؤں کی طرف سے شدھی کی تحریک جاری ہوئی۔ اس کے اغراض کا خلاصہ ان اشعار میں بیان ہوا ہے کہ:

"کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
ھندو! تم میں ہے اگر جذبہ ایماں باقی
بھاگ سے قوموں کو یہ وقت ملا کرتے ہیں
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

ھندوؤں کی طرف سے یہ تحریک اس قدر زور و شور سے چلائی گئی تھی کہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو ھندو بنا دیا گیا۔ پھر خاص بات یہ تھی کہ یہ تحریک ایسے علاقہ میں چلائی جا رہی تھی جو مسلمانوں کے علم کا گہوارہ کہلاتے تھے لیکن ان مدارس سے فارغ ہونے والوں ان مدارس کے جاری کرنے والوں اور جاری رکھنے والوں میں اس قدر تاب ہی نہ تھی کہ وہ اس تحریک کا مقابلہ کرتے۔ ہاں ضرور مقابلہ کر سکتے تھے اگر اُن میں اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مسلمانوں سے سچی ہمدردی ہوتی لیکن وہ تو تھی نہیں اور اگر کسی میں تھی بھی تو وہ اپنے آپ کو بے دست و پا دیکھتا۔ مولانا شبلی کو جب اس تحریک اور مسلمانوں کی بے حسی کا علم ہوا تو ان کو شدید دھچکا لگا کہ ان کا غم و غصہ بے ساختہ ان لفظوں میں ڈھل گیا۔

"جس وقت میں یہاں سے چلا ہوں میری جو حالت تھی، یہ طلبہ ندوہ کے جو یہاں بیٹھے ہیں وہ اس کے شاہد ہوں گے کہ میں نے اس وقت کوئی گالی نہیں اُٹھا رکھی تھی جو میں نے ان ندوہ والوں کو نہ سُنائی ہو گی۔ کہ اے بے حیاؤ! اور اے کم بختو! ڈوب مرو، یہ واقعات پیش آئے ہیں۔ ندوہ کو آگ لگا دو اور علی گڑھ کو بھی پھونک دو۔ یہی الفاظ میں نے اُس وقت بھی کہے تھے اور آج بھی کہتا ہوں"

(حیات شبلی صـ۵۵۷، ۵۵۸)

مسلمانوں کے گڑھ میں مسلمانوں پر یلغار تھی لیکن علماء تھے کہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور اگر کسی نے کوشش بھی کی تو ناکامی کے سوائے کچھ ہاتھ نہ لگا مسلمانوں کی طرف سے جو بھی تحریک ہوتی وہ ناکامی کا منہ دیکھتی دوسری طرف شدھی کی تحریک چلانے والے خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے یہ اعلان کر رہے تھے کہ:

"نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شدھ کیا جا رہا ہے اور اب چالیس ہزار تین سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ھندو ہو چکے ہیں... ایسے لوگ ھندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ھندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے"

(اخبار پرتاپ "لاہور" ۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء صـ۳)

حضرت مصلح موعودؓ کو اس اعلان سے پہلے ہی اس تحریک کا بخوبی علم ہو چکا تھا آپ نے ہمدردی اسلام کی خاطر ۷ مارچ ۱۹۲۳ء کو ہی ایک خطاب فرمایا جس میں آپ نے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے شدھی کے خلاف ایک لائحہ عمل کے تیار کئے جانے کا اظہار فرمایا اور جماعت سے اس سلسلہ میں ہر طرح کی قربانی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے سب سے پہلے وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے ایک وفد روانہ فرمایا جس میں تعلیم یافتہ نوجوان شامل تھے بعدہٗ خطبات اور تقاریر کے ذریعہ جماعت کو اس مسئلہ کی نوعیت سے پوری طرح آگاہ کیا اور وہاں کی مشکلات سے خبردار کیا۔ آپ نے دور اوّل کے مسلمانوں کی قربانیوں کو یاد کروایا اور قربانی میں آگے آنے کی تحریک فرمائی۔ خدا نے آپ کے الفاظ میں وہ تاثیر پیدا فرمائی کہ جماعت کے ہر طبقہ کے لوگوں نے اس قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس میں مرد عورتیں جوان سب شامل ہوئے آپ نے شدھی کے میدان میں جانے والوں کیلئے فرمایا:

"اس سکیم کے ماتحت کام کرنے والوں میں سے ہر ایک کو ایک کام آپ کرنا ہوگا۔ اگر کھانا آپ پکانا پڑے تو پکائیں گے اور اگر جنگل میں سونا پڑے گا تو سوئیں گے۔ جو اس محنت اور مشقت کو برداشت کرنے کیلئے تیار ہوں وہ آئیں اُن کو اپنی عزّت اپنے خیالات قربان کرنے پڑیں گے"۔

(الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۲۳ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے نہ صرف وقت کی قربانی کا مطالبہ کیا تھا بلکہ مالی قربانی کا بھی مطالبہ فرمایا جبکہ اُنہیں دنوں عورتوں نے برلن کی مسجد کی تعمیر کی ذمہ داری بھی قبول کی ہوئی تھی۔ آپ جماعت پر پڑنے والے بوجھ سے اچھی طرح واقف تھے لیکن آپ کے دل میں مسلمانوں کی ہمدردی جوش مار رہی تھی اور پھر جماعت نے بھی اس قربانی میں بے دریغ حصہ لیا۔ ایک عورت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو لکھا:

"دیکھیں یہ سر کا جو دوپٹہ ہے یہ بھی جماعت کا ہے۔ یہ میرے کپڑے بھی جماعت کے وظیفے سے بنے ہوئے ہیں۔ میری جوتی بھی جماعت کی دی ہوئی ہے کچھ بھی میرا نہیں میں کیا پیش کرتی۔ حضور! صرف دو روپئے ہیں جو جماعت کے وظیفے سے ہی میں نے اپنے لئے اپنی کسی ضرورت کیلئے جمع کئے ہوئے ہیں یہ میں پیش کرتی ہوں کہ کسی طرح اس شدھی کی ظالمانہ تحریک کا رُخ پلٹ جائے۔

(کارزار شدھی صـ۴۶)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اس تحریک نے چار چاند لگا دیئے وہ لوگ جو مخالفت کی کوئی راہ نہ چھوڑتے تھے وہ بھی جماعت کی اس والہانہ خدمت سے جماعت کی تعریف کرنے سے اپنے قلم کو نہ روک سکے۔ اخبار زمیندار لاہور نے لکھا:

"جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ

اخبارات علم میں آچکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کررہے ہیں۔ جو ایثار اور کمر بستگی نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ھندوستان کے موجودہ زمانے میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھادی"۔ (زمیندار لاہور ۲۴؍جون ۱۹۲۳ء)

یہ تو وہ آواز تھی جو ایک مسلمان کے منہ سے نکل رہی تھی اور قلم جاری کررہا تھا دوسری طرف شدھی کی تحریک چلانے والوں نے اس عاشق اسلام اور ہمدردان مسلمانان کی طرف سے جاری اس تحریک کو ان الفاظ میں یاد کیا۔

"میرے خیال میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس موثر اور مسلسل کام کرنے والی جماعت، جماعت احمدیہ ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے زیادہ اس کی طرف سے غافل ہیں اور آج تک ہم نے اس خوفناک جماعت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی"

(اخبار تیج دہلی ۲۵؍جولائی ۱۹۲۷ء)

فلسطین جو کہ مسلمانوں کا گڑھ تھا اس کے ساتھ یہود کے مفادات وابستہ تھے اس لئے امریکہ یہ چاہتا تھا کہ فلسطین کے دو حصے کردیئے جائیں جس کے ایک حصہ پر مکمل طور پر یہود قابض ہوں مسلمانوں کیلئے یہ بات بڑی خطرناک تھی جنگ عظیم اوّل کے وقت مغربی طاقتوں نے عربوں کے ساتھ بہت سے وعدے کئے تھے لیکن اب طاقت پکڑ لینے کے بعد وہ سب وعدہ پس پشت ڈال کر اپنے مفادات کو ظاہر کیا گیا اور مسلمان ریاستوں کے درمیان ایک یہودی ریاست کی تجویز زیر غور لائی گئی۔ اگرچہ مسلمان بھی ان کے بد نتائج کو جانتے تھے لیکن سب سے گہری نظر اگر اس تقسیم کے مسئلہ پر کسی کی پڑی تھی تو وہ حضرت المصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی تھی

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے حضرت المصلح الموعودؓ کی ہدایات کے مطابق تقسیم فلسطین کے سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اُن کا سہرا مسلمانوں کے عظیم ہمدرد حضرت المصلح الموعودؓ ہی کو جاتا ہے۔ حضرت چوہدری صاحب نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں اس تقسیم کی مخالفت میں جو تقاریر کیں وہ تمام عرب ممالک کیلئے بہت ممد و معاون ثابت ہوئیں اگر یہ لوگ اس وقت کی امریکی اور برطانوی حکومت کے سامنے اپنے سرنگوں نہ کرتے۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

"میں نے پہلی بار تقریر شروع کی تو عرب نمائندگان کو کچھ اندازہ نہیں تھا کہ میری تقریر کا رُخ کس طرف ہوگا۔۔۔ عرب ممالک کے مندو بین ہمیں خاطر ہی میں نہیں لاتے تھے اور ہماری طرف سے بالکل بے نیاز تھے۔ میری تقریر کا پہلا حصہ تو تاریخی اور واقعاتی تھا جس کے بعض حصوں سے بعض عرب مندوبین بھی ناواقف تھے۔ جب میں نے تقسیم کے منصوبہ کا تجزیہ شروع کیا اور اس کے ہر حصہ کی ناانصافی کی وضاحت کرنی شروع کی تو عرب نمائندگان نے توجہ سے سُننا شروع کیا۔ تقریر کے اختتام پر ان کے چہرے خوشی اور طمانیت سے چمک رہے تھے۔" (تحدیث نعمت صفحہ ۵۳۳-۵۳۴)

جماعت احمدیہ کے اس اولوالعزم خلیفہ نے مسلمانوں کی ہمدردی کا کوئی موقعہ بھی کبھی ضائع ہونے نہیں دیا جماعت کی کوششوں کے ساتھ یہ عرب ممالک فلسطین کی تقسیم کی ووٹنگ کے وقت اگر جماعت کا ساتھ دیتے تو آج عرب ممالک بالخصوص فلسطینی مسلمان جس کرب میں مبتلاء ہیں اس سے محفوظ رہتے۔

تقسیم ھند کے موقعہ پر ھندوستانی مسلمانوں کی ہمدردی میں جو کردار حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کیا وہ بھی قابل تحسین ہے

جس وقت ھندوستان اور پاکستان کی تقسیم کا اعلان ہو گیا تو پنجاب کے مختلف علاقوں سے لاکھوں مسلمانوں نے پاکستان جانے کے ارادہ سے سفر شروع کیا اس موقعہ پر قادیان کے اردگرد کے لاکھوں مسلمانوں نے قادیان میں آکر پناہ لی۔ اور یہ کہتے ہوئے قادیان کا رُخ کیا کہ یہاں امن نصیب ہوگا۔ حضرت مصلح موعودؓ پہلے ہی حالات پر نظر رکھے ہوئے تھے آپ نے جماعت کو اناج کا ذخیرہ رکھنے کا حکم دے رکھا تھا۔ جس وقت یہ مسلمان اپنے گھروں کو چھوڑ کر قادیان میں پناہ گزین ہوئے تو حضرت مصلح موعودؓ ہی کے حکم سے اُن پناہ گزینوں کو خوراک مہیا کی گئی۔ اور اُن کیلئے محفوظ جگہوں کا انتظام کیا گیا۔

اخبار زمیندار نے لکھا:

"ضلع گورداسپور میں یوں تو متعدد مقامات پر مسلمان محصور ہیں مگر تین کیمپ بہت بڑے ہیں۔ (ا) بٹالہ کے پناہ گزینوں کی حالت بہت خراب ہے۔ نہ سر چھپانے کی کوئی پناہ گاہ ہے نہ کھانے کیلئے کوئی چیز ہے۔۔۔ دوسرا کیمپ سری ہرگوبند پورہ میں ہے۔ وہاں کی صورتِ حال بھی بٹالہ سے کم خوفناک نہیں۔ تیسرا کیمپ قادیان میں ہے۔ اس میں شک نہیں۔ مرزائیوں نے مسلمانوں کی خدمت قابل رشک طریقے پر کی ہے"

(زمیندار ۱۳؍اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۸)

تقسیم ملک کے موقعہ پر جماعت احمدیہ نے اپنے امام کے ارشاد پر اپنی جان و مال کی پرواہ کئے بنا مسلمانوں کی مدد کی اور ہر لحاظ سے اُن کی خدمت کو اپنا فرض اوّلین جانا۔ قادیان میں ایک لاکھ سے زائد پناہ گزین تھے جن کی رہائش اور طعام کی ساری ذمہ داری جماعت ادا کر رہی تھی۔ ماحول میں کثرت نفوس کی وجہ سے گندگی کا ہونا لازمی ہوا کرتا ہے لیکن جماعت کے نوجوانوں نے صفائی کا اہتمام رکھا۔ بیماروں کو ادویات مہیا کی جاتی رہیں عورتوں کی عزت و آبرو کا خیال رکھا جاتا رہا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی مسلمانوں کی یہ خدمت ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جاتی رہے گی۔

سال 1999 میں تبلیغی و تربیتی جلسوں کا پروگرام

احباب جماعت اور مبلغین و معلمین کی آگاہی کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ دورانِ سال 1999 میں درج ذیل تاریخوں میں تبلیغی و تربیتی جلسوں کا پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے کم از کم چار جلسے دوران سال منعقد کئے جائیں سہولت کے مطابق تاریخوں میں تبدیلی کی جا سکتی ہے۔

۱۔ جلسہ یوم مصلح موعودؓ ۲۰؍فروری (تبلیغ) ۱۹۹۹ء
۲۔ جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام:۔ ۲۳؍مارچ امان ۱۹۹۹ء
۳۔ جلسہ سیرت النبی ﷺ ۲۵؍اپریل شہادت ۱۹۹۹ء
۴۔ جلسہ یوم خلافت ۲۷؍مئی ہجرت ۱۹۹۹ء
۵۔ جلسہ سیرت النبی ﷺ ۲۷؍جون احسان ۱۹۹۹ء
۶۔ ہفتہ قرآن کریم یکم تا ۷؍جولائی وفا ۱۹۹۹ء
۷۔ جلسہ سیرت النبی ﷺ ۲۹؍اگست ظہور ۱۹۹۹ء
۸۔ جلسہ پیشوایان مذاہب ۵ ستمبر تبوک ۱۹۹۹ء
۹۔ جلسہ سیرت النبی ﷺ ۳۱؍اکتوبر اخاء ۱۹۹۹ء
۱۰۔ یوم تبلیغ: سال میں کم از کم دو مرتبہ ماہ جون و ماہ نومبر میں ایک صوبائی سطح پر ایک ملکی سطح پر۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

دعائے مغفرت

افسوس! مکرمہ شریف النساء صاحبہ اہلیہ مکرم خلیل الرحمٰن صاحب فانی مرحوم آف قادیان مورخہ 12-12-98 کو صبح بوقت نماز فجر بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کچھ عرصہ پہلے آپ کا دل کافی بڑھ گیا تھا دوائی کے مستقل استعمال سے آرام رہتا۔ ایک دن قبل بچے کی شادی ہوئی اور تمام امور بخیر و خوبی انجام دئے۔ صبح اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ ہسپتال لے جایا گیا لیکن تقدیر الٰہی غالب آئی اور مرحومہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔

48ء میں قادیان کی آبادی کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنے خاوند کے ساتھ قادیان آگئیں۔ اور تمام عرصہ حیات نہایت صبر و شکر سے گذارا۔

خود ان پڑھ ہونے کے باوجود سب بچوں کو تعلیم دلانے کی پوری کوشش کی۔ مرحومہ نیک صوم و صلوٰۃ کی پابند اور دعا گو خاتون تھیں۔ سات بیٹے اور چار بیٹیاں اور متعدد نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

اسی روز محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (قریشی محمد شفیع عابد درویش قادیان)

تقریب نکاح و شادی

میرے چھوٹے بھائی عزیز مقصود احمد طاہر ابن مکرم خلیل الرحمٰن صاحب فانی مرحوم قادیان کا نکاح عزیزہ "شبانہ پروین" بنت مکرم اعجاز احمد صاحب آف بکارو بہار کے ساتھ مبلغ -/25000 روپے حق مہر پر 10-12-98 کو بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ و ناظر اعلیٰ قادیان نے پڑھا اور اگلے روز تقریب شادی عمل میں آئی۔ اس رشتہ کے جانبین کے لئے باعث برکت و مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔ (سردار مسرت اہلیہ مکرم عبدالغفار خان صاحب دہلی)

درخواست دعا

خاکسار اور چھوٹے بھائی کی صحت و سلامتی، بہترین روزگار کیلئے والد مرحوم کی بلندیٔ درجات اور والدہ صاحبہ کی صحت اور درازی عمر کیلئے ہمشیرہ کو 12-12-98 کو لڑکا تولد ہوا ہے۔ والدہ اور بچہ کی صحت و سلامتی کیلئے مکان تعمیر کروا رہا ہوں اسمیں خیر و برکت کیلئے۔ بہنوئی احمد عبدالحکیم صاحب (حیدر آباد) اور بھانجی راضیہ تسنیم کی صحت و سلامتی کیلئے اور انکے رزق میں کشادگی ترقیات دینی اور روحانی اور انجام بخیر کیلئے دعاؤں کی درخواست ہے۔ (اعانت بدر -/۲۵۰ روپئے) (نصیر الدین احمد ذکی ولد بشیر الدین احمد صاحب مرحوم حیدر آباد)

اگر توبہ کے ثمرات چاہتے ہو تو عمل کے ساتھ توبہ کی تکمیل کرو

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بقیہ: قبولیت دعا کے طریق از صفحہ

چاہئے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ دو قسم کے گداگر ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو دروازے پر آکر مانگنے کے لئے آواز دیتے ہیں تو کچھ لئے بغیر نہیں ٹلتے۔ ان کو زگدا کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو آکر آواز دیتے ہیں اگر کوئی دینے سے انکار کردے تو اگلے دروازے پر چلے جاتے ہیں۔ ان کو خرگدا کہتے ہیں۔ آپؑ فرماتے کہ انسان کو خداتعالیٰ کے حضور خرگدا نہیں بننا چاہئے بلکہ زگدا ہونا چاہئے اور اس وقت تک خدا کی درگاہ سے نہیں ہٹنا چاہئے جب تک کچھ مل نہ چکے۔ اس طرح کرنے سے اگر دعا قبول نہ بھی ہونی ہو تو خداتعالیٰ کسی اور ذریعہ سے یہ نفع پہنچا دیتا ہے۔ پس دوسرا اگر دعا کے قبول کروانے کا یہ ہے کہ انسان زگدا بنے نہ کر خرگدا۔ اور سمجھ لے کہ کچھ لے کے ہی ہٹنا ہے خواہ پچاس سال ہی کیوں نہ دعا کرتا رہے یہی یقین رکھے کہ خدا میری دعا ضرور سنے گا۔ یہ خیال بھی اپنے دل میں نہ آنے دے کہ نہیں سنے گا۔ اگرچہ جس کام یا مقصد کے لئے وہ دعا کرتا ہو وہ بظاہر ختم شدہ ہی کیوں نہ نظر آئے پھر بھی دعا کرتا ہی جائے۔

کہتے ہیں ایک بزرگ ہر روز دعا مانگا کرتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ دعا مانگ رہے تھے ان کا ایک مرید آکر پاس بیٹھ گیا۔ اسوقت ان کو الہام ہوا جو اس مرید کو بھی سنائی دیا لیکن وہ ادب کی خاطر چپکا ہو رہا اور اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ دوسرے دن پھر جب انہوں نے دعا مانگنی شروع کی تو وہی الہام ہوا جسے اس مرید نے بھی سنا۔ اس دن بھی چپ رہا۔ تیسرے دن پھر وہی الہام ہوا اس دن اس سے نہ رہا گیا اس لئے اس بزرگ کو کہنے لگا کہ آج تیسرا دن ہے کہ میں سنتا ہوں ہر روز آپ کو خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری دعا قبول نہیں کروں گا۔ جب خداتعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے تو پھر آپ کیوں کرتے ہیں۔ جانے دیں۔ انہوں نے کہا، نادان! تُو تو صرف تین دن خدا کی طرف سے یہ الہام سن کر گھبرا گیا ہے اور کہتا ہے کہ جانے دو دعا ہی نہ کرو مگر مجھے تیس سال ہوئے ہیں یہی الہام سنتے لیکن میں نہیں گھبرایا۔ اور نہ نا امید ہوا ہوں۔ خداتعالیٰ کا کام قبول کرنا ہے اور میرا کام دعا مانگنا۔ تو خواہ مخواہ دخل دینے والا کون ہے؟ وہ اپنا کام کر رہا ہے میں اپنا کر رہا ہوں۔ لکھا ہے کہ دوسرے ہی دن الہام ہوا کہ تم نے تیس سال کے عرصہ میں جس قدر دعائیں کی تھی ہم نے سب قبول کرلی ہیں۔ تو اللہ سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے ۔ ناامید ہونے والے پر اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے ۔ جو شخص ناامید ہوتا ہے وہ سوچے کہ کون سی کمی ہے جو اس کے لئے خدا نے پوری نہیں کی۔ کیسے کیسے فضل اور کیسے کیسے انعام ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ پھر آئندہ ناامید ہونے کی کیا وجہ ہے؟

پس دعا مانگنے کا ایک طریق تو یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق کرے۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ جس طرح ماں باپ بھی اُسی بچے کی باتیں مانتے ہیں جو ان کی مانے اور پوری پوری فرمانبرداری کرے۔ جو ان کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اس کی باتوں کی وہ بھی نہیں کرتے۔ پھر استاد اسی لڑکے کی بات مانتا ہے جو محنتی اور اچھی طرح سبق یاد کرنے والا ہو۔ اسی طرح خداتعالیٰ بھی اپنے فرمانبردار بندوں کی نافرمان بندوں سے زیادہ مانتا ہے۔

پس تم اوّل تو اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق بنائو اور دوسرے یہ کہ خدا کے فضل اور رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو بلکہ دعا کرتے وقت یہ پختہ یقین رکھو کہ خداتعالیٰ تمہاری دعا ضرور سنے گا اور ضرور سنے گا اور اس وقت تک دعا کرتے رہو کہ خدا کی طرف سے یہ حکم نہ آجائے کہ اب یہ دعا مت مانگو۔ لیکن جب تک خداتعالیٰ یہ کسی کو نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میں تمہاری دعا قبول نہیں کرتا اس وقت تک ہرگز ہرگز باز نہ رہو۔ کیونکہ خداتعالیٰ کا یہ کہنا کہ میں تمہاری دعا قبول نہیں کرتا گویا اشارۃً یہ کہنا ہے کہ اے میرے بندے تو مانگتا جا، میں گو اس وقت قبول نہیں کرتا لیکن کسی وقت ضرور کر لوں گا۔ ورنہ اگر اس کہنے سے یہ مراد نہ ہوتی بلکہ دعا کرنے سے روکنا ہوتا تو خداتعالیٰ یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ دعا مت مانگ نہ یہ کہ میں نہیں مانوں گا۔ پس جب تک کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں کہ "یہ دعا مت مانگ، اس کے مانگنے کی میں تمہیں اجازت نہیں دیتا" اس وقت تک نہیں رکنا چاہئے۔ اس طرح تو ان کو مطلع کیا جاتا ہے جنہیں الہام اور کشف کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جنہیں یہ نہ ہو ان کو اس بات سے متنفر کردیا جاتا ہے جس کے متعلق وہ دعا کرتے ہیں۔

جن پر الہام اور وحی کا دروازہ کھلا ہوتا ہے ان کو تو خدا کہہ دیتا ہے کہ ایسا مت کرو لیکن جن کے لئے نہیں ہوتا ان کے دل میں نفرت پیدا کردی جاتی ہے اس لئے وہ خود ہی اس دعا کے مانگنے سے باز رہ جاتے ہیں۔ اس کا نام مایوسی نہیں بلکہ ان کا یہ تو یقین ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ ہمارا فلاں مقصد پورا کر سکتا ہے اور ہمیں فلاں چیز دے سکتا ہے۔ لیکن ہم خود ہی اسے نہیں لینا چاہتے۔ پس اگر کسی کے دل میں دعا مانگتے ہوئے اس چیز سے نفرت پیدا ہو جائے تو اسے بھی دعا کرنا چھوڑ دینا چاہئے ورنہ نہیں رکنا چاہئے خواہ قبولیت میں کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لگ جائے۔ بعض دفعہ دعا کرتے کرتے کچھ ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ اگر دعا قبول ہو جائے تو اس سے شریعت کا کوئی حکم ٹوٹتا ہے اس سے بھی سمجھ لینا چاہئے کہ وہ وقت آگیا ہے کہ اس دعا سے باز رہنا چاہئے ۔ خداتعالیٰ کے دعا کو قبول کرنے سے انکار کرنے کا یہ بھی ایک طریق ہے یعنی بجائے قول کے خداتعالیٰ کا فعل سامنے آجاتا ہے اس لئے اس کے کرنے سے رک جانا چاہئے۔ تو دعا کرنے سے رکنے کے تین پہلو ہیں۔

☆...... اول یہ کہ الہام یا کشف ہو جائے کہ یہ دعا مت کرو۔ یا ہماری طرف سے اس کے کرنے کی اجازت نہیں۔ ☆...... دوم یہ کہ جس مقصد کے حصول کے لئے دعا کی جائے اس سے نفرت پیدا ہو جائے ۔ ☆...... سوم یہ کہ جس بات کے لئے دعا کی جائے وہ شریعت کے محذورات کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔

اگر ان تینوں حالتوں میں سے کوئی حالت بھی نہ ہو تو دعا کرنے سے کبھی نہیں رکنا چاہئے۔ اور کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ یہی سمجھنا چاہئے کہ خداتعالیٰ نے مجھے یہ جو مانگنے کا موقعہ دیا ہوا ہے اس میں مانگتا ہی جاؤں تاکہ یہ ضائع نہ جائے۔ جب کوئی اس طرح کرے گا تو ضرور ہے کہ خداتعالیٰ اس کی دعا یا تو قبول کرلے گا یا ان تینوں طریقوں میں سے کسی سے اسے روک دے گا۔ (ان تینوں کے علاوہ ابھی تک اور کوئی روک میری سمجھ میں نہیں آئی) لیکن اگر روک بھی دے تو کیا دعا مانگنے کا یہ تھوڑا فائدہ اور نفع ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور خداتعالیٰ نے اسے اس قابل سمجھا کہ مخاطب کرے۔

آج میں دعا کے قبول ہونے کے صرف یہی دو طریق بتاتا ہوں۔ اور بھی ہیں مگر وقت تنگ ہو رہا ہے۔ اگر خداتعالیٰ نے توفیق دی تو اگلے جمعہ میں ان کو انشاء اللہ بیان کردوں گا۔

(الفضل ۲۹/ جولائی ۱۹۱۶ء بحوالہ خطبات محمود جلد ۵)

منظوری صدر لجنہ اماء اللہ بھارت

برائے سال ۱۹۹۸ تا ۲۰۰۰ء

دسمبر ۹۸ء میں صدر لجنہ اماء اللہ بھارت کے نئے انتخاب کی رپورٹ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی۔

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے از راہِ شفقت صدر لجنہ اماء اللہ بھارت کیلئے مکرمہ بشریٰ طیبہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مکرمہ بشریٰ طیبہ صاحبہ کیلئے یہ اعزاز مبارک کرے اور انہیں احسن رنگ میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے۔ (آمین)

حضور انور کی یہ منظوری زیر ریزولیوشن ۹۳-ن / ۲۳-۱-۹۹ صدر انجمن احمدیہ میں ریکارڈ ہو چکی ہے۔

(ناظر اعلیٰ قادیان)

محترم ملک اعجاز احمد صاحب آف ڈھوئیکے ضلع گوجرانوالہ کو شہید کردیا گیا

(پریس ڈیسک): پاکستان سے یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ محترم ملک اعجاز احمد صاحب ابن مکرم ملک عنایت اللہ صاحب آف ڈھوئیکے ضلع گوجرانوالہ کو یکم دسمبر ۱۹۹۸ء بروز منگل دن کے دس بجے وزیر آباد میں ان کی دکان پر فائرنگ کر کے شہید کردیا گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

تفصیلات کے مطابق مکرم ملک صاحب سیمنٹ کی ایجنسی کی دکان چلاتے تھے۔ دن کے دس بجے جب گاہکوں کا رش کم ہوا تو ایک شخص دکان میں داخل ہوا اور پوچھا کہ ملک اعجاز احمد کون ہے؟ ملک صاحب نے جواب دیا میں ملک اعجاز احمد ہوں۔ اس پر اس نے فائرنگ کردی اور موقع سے فرار ہو گیا۔ ملک صاحب کو فوری طور پر ہسپتال پہنچایا گیا مگر وہ جانبر نہ ہو سکے۔

ادھر ملک صاحب کے ملازمین قاتل کو پکڑنے اس کے پیچھے دوڑے اور تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر اس کو پکڑ کو پولیس کے حوالے کریا۔ قاتل کا نام عمران جعفری ولد جاوید جعفری ہے۔ اس کی عمر ۲۵ سال ہے اور اس کا تعلق مجلس تحفظ ختم نبوت سے ہے۔ ملزم نے پولیس کے روبرو بیان دیا ہے کہ اس نے مجھے تبلیغ کی تھی جس کی وجہ سے میں نے اسے قتل کیا ہے۔ ملک اعجاز احمد صاحب کی عمر ۵۰ سال تھی۔ وہ جماعت وزیر آباد کے سیکرٹری تحریک جدید تھے۔ اس سے قبل قائد مقامی اور نائب قائد ضلع کے عہدوں پر بھی خدمات بجالا چکے تھے۔ مرحوم کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے مرحوم کی بیوہ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو ڈھوئیکے کے ایک اور احمدی دوست مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو بھی شہید کردیا گیا تھا۔

ارشاد نبوی

خَيرُ الزَّادِ التَّقوىٰ

سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے

(منجانب)

رکن جماعت احمدیہ ممبئی

طالبان دعا:-

آٹو ٹریڈرز

AUTO TRADERS

16 بینٹو لین کلکتہ 700001

دکان- 248-1652, 248-5222

رہائش- 243-0794- 27-0471

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی یاد میں

مبارک آمدن، رفتن مبارک

(میں حضرت سیدنا بڑے بھائی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خیال میں کھوئی ہوئی تھی۔ گزری ہوئی یادوں نے تازہ ہو کر تصور میں آکر مجھے زمانہ ماضی میں پہنچا دیا تھا۔ دل درد فراق سے بے چین و بے قرار ہو رہا تھا کہ خود بخود بغیر کسی شعر کہنے کے ارادے کے حسب ذیل مصرعہ قلب میں گزرا۔ اس پر چند اشعار ہو گئے جو ارسال ہیں۔ مبارکہ)

بشارت دی مسیحا کو خدا نے ۔۔۔ تمہیں پہنچے گی رحمت کی نشانی
ملے گا ایک فرزند گرامی ۔۔۔ عطا ہوگی دلوں کو شادمانی
وہ آیا ساتھ لے کر "فضل" آیا ۔۔۔ بصد اکرام شاہ دوجہانی
مٹا کر اپنی ہستی راہ حق میں ۔۔۔ جہاں کو اس نے بخشی زندگانی
یہی مدنظر تھا ایک مقصد ۔۔۔ برائے دین احمد جانفشانی
رہی نصرت خدا کی شامل حال ۔۔۔ گزاری زندگی با کامرانی
ہمیں داغ جدائی آج دے کر ۔۔۔ ہوا حاضر حضور یار جانی
جو اس نے "نور" بھیجا تھا جہان میں ۔۔۔ ہوا واصل بہ رب جاودانی
وہ جس کے قلب و روح و تن مبارک ۔۔۔ مبارک آمدن، رفتن مبارک

(الفضل ۱۸؍دسمبر ۱۹۶۵ء)

دُعائے مغفرت

مکرم جناب سمسور محمد صاحب ساکن محمود آباد (کیرنگ) اڑیسہ مورخہ 31.10.98 کے دن وفات پاگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے اور پسماندگان کو صبر جمیل کیلئے قارئین بدر سے درخواست دُعا ہے۔ (اعانت بدر-/100 روپے) [سیف الرحمٰن نمائندہ بدر کیرنگ)

طالب دُعا:- محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER
Specialist in Leather Belts, Leather
Ladies and Gents Bag, Jackets, Wallets etc.
19 A Jawahar Lal Nehru Road Calcutta - 700081 Ph: 2457153

EXPORTS & IMPORTS
All types of Leather jackets, Ladies bags, purse, hand gloves, Organic Cotton (Garments & Baby Cloth)
Contact:
OCEANIC EXIM
57, BRIGHT STREET, CALCUTTA 700019 (INDIA)
PH: 2805209, 2474015 FAX : 91 - 33 - 2479163

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم جیولرز
پروپرائٹر۔ سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ۔ خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون: 629443

رمضان المبارک میں جماعت احمدیہ بنگلور کے لیل و نہار

رمضان المبارک کی برکتوں اور فضلوں کے حصول کیلئے جماعت احمدیہ بنگلور نے مندرجہ ذیل پروگرام مرتب کئے۔ بعد نماز عصر درس القرآن بعد نماز فجر درس الحدیث۔ درس القرآن کے اختتام پر اجتماعی افطاری کا انتظام کیا گیا۔ نماز تراویح کیلئے کثیر تعداد میں افراد جماعت (مرد و زن) شہر کے دُور دراز مقامات سے مسجد میں اکٹھے ہوئے۔ درس و تدریس میں بھی کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ (مقصود احمد بھٹی مبلغ سلسلہ)

درخواستِ دُعا

مکرم شیخ صادق علی صاحب۔ مکرم حضرت احمد صاحب۔ مکرم لطیف الرحمٰن صاحب۔ مکرم اکبر خان صاحب۔ مکرم حاتم خان صاحب۔ محترمہ وسیمہ بی بی صاحبہ۔ مکرم ضمیر خان صاحب۔ مکرم اسماعیل خان صاحب۔ مکرم وسیم خان صاحب۔ مکرم مسیح خان صاحب۔ مکرمہ معینہ بی بی صاحبہ۔ مکرمہ رؤف بی بی صاحبہ۔ مکرمہ طاہرہ بی بی صاحبہ۔ مکرمہ سمیرن بی بی صاحبہ۔ عزیزم مقصود علی آف تابر کوٹ اڑیسہ سب کے سب اپنے اور اپنے بچوں کی دینی و دنیاوی ترقیات صحت و تندرستی اور جملہ مقاصد میں کامیابی کیلئے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اعانت بدر-/100 روپے۔ (عالم دین خان متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان)

ولادت خاکسار کے بیٹے عزیز نصیر الدین دہلوی کو اللہ تعالیٰ نے 98-12-15 کو پہلی بیٹی عطا فرمائی ہے۔ جو مکرم عبد اللطیف صاحب سندھی قادیان کی نواسی ہے حضور انور ایدہ اللہ نے از راہ شفقت بچی کا نام "صبیحہ نصیر" تجویز فرمایا ہے۔ بچی وقف نو میں شامل ہے۔ نو مولودہ کی صحت و تندرستی درازی عمر اور نیک خادم دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے۔

(عمر الدین دہلوی قادیان)

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
دوکان: 0092-4524-212515
رہائش: 0092-4524-212300
روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

We offer professional service in buying, selling of properties for all your real Estate requirement in Bangalore and Karnataka
Contact:-
CHOICE REAL ESTATE
327 Tipu Sultan palace Road
Fort Banglore 560002 26707555

BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات
محمود احمد بانی
منصور احمد بانی | اسد محمود بانی
Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS
5, Sooterkin Street, Calcutta-700 072
SHOWROOM: 27-2185, 26-9893 WAREHOUSE: 343-4006, 343-4137 RESI: 26-2096, 26-4696, 27-8749 FAX: ++91-33-26-9893

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N61/57

Subscription
Annual Rs/-150
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

The Weekly BADR

☎ (091) 01872-20757
20091
FAX:(091) 01872-20105

Qadian 143516, Dist Gurdaspur Punjab ((INDIA)
Vol - 48 Thursday, 4/11th Feb 1999 Issue No :5/6

کامل توجہ اور خشیتُ اللہ کے ساتھ دُعا کرنی چاہئے

حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی الله عنه

وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ میں خود فلاں کام کر سکتا ہوں وہ اگر اس کیلئے دُعا کرے تو اس کی دُعا در اصل دُعا نہیں ہو گی۔ دُعا اسی کی دُعا کہلانے کی مستحق ہو گی جو اپنے اوپر ایک موت طاری کرتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل ہیچ سمجھتا ہے۔ جو انسان یہ حالت پیدا کرے۔ وہی خدا کے حضور کامیاب اور اسی کی دُعائیں قابل قبول ہو سکتی ہیں ورنہ جب تک انسان یہ تسلیم نہ کرے۔ کہ وہ خود کچھ نہیں ہے اپنے نفس پر موت وارد کر کے یہ یقین نہ کرے کہ وہ بے بس اور بیکس ہے صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو اس کو سہارا دے سکتی ہے تب تک خدا تعالیٰ سے کسی کامیابی یا مدد کی امید نہیں رکھ سکتا۔ پھر دوسری بات جو دُعا کی قبولیت کیلئے نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اوپر ایک موت قبول کرنے کے بعد اس کی کامل توجہ اس طرف ہو کہ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ جب تک وہ اپنے اندر خشیت اللہ پیدا نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کو کامل طور پر نہیں پھراتا اس کی دُعا بھی قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ شخص جو اپنے آپ کو مردہ خیال کرے۔ لیکن اس کے دل میں کرب گریہ وبکا عاجزی وانکسار پیدا نہ ہو اس کی دُعا قبول نہیں ہو سکتی۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی دُعا قبول ہو جس کا دل کسی اور طرف لگا ہوا ہو اور زبان کچھ اور کہہ رہی ہو۔

تیسری بات جو دُعا کی قبولیت کیلئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان پورے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف جھک بھی جائے۔ اور اپنے آپ کو بے بس و بے کس بھی ظاہر کرے۔ لیکن اس کے دل کے اندر یہ یقین نہ ہو کہ وہ خدا دُعائیں قبول کرتا ہے تو ایسے شخص کی بھی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص لولے اور لنگڑے کو کہے کہ میرے سر پر یہ بوجھ رکھ دو۔ کیا اس کا اس لولے اور لنگڑے سے مدد حاصل کرنا جس سے مدد کی قطعاً امید نہیں ہو سکتی ہنسی نہ ہو گی۔ پس جس کو یہ یقین ہی نہ ہو کہ خدا تعالیٰ اتنی طاقت رکھتا ہے کہ میری دُعا کو قبول کر سکتا ہے ایسے شخص کی دُعا بھی قبول نہیں ہو سکتی۔

پس یہ تین باتیں ہیں جو دُعا کی قبولیت کیلئے ضروری ہیں۔ یہ کہ انسان اپنے دل میں یہ سمجھے کہ میں سخت کمزور ہوں۔ صرف خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو سب کمزوریوں سے پاک ہے اور پھر غرور اور کبر کا مادہ بالکل اپنے دل سے نکال دے۔

دوسرے کامل توجہ کے ساتھ تمام دوسری طرفوں سے اپنی توجہ کو ہٹا کر خدا کے حضور گر جائے۔

تیسرے اپنے دل کے اندر اس بات کا کامل یقین اور وثوق پیدا کرے کہ خدا تعالیٰ دُعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ ضرور دُعائیں قبول کرتا ہے۔

جب ان تینوں باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے دُعائیں کرو گے تو پھر وہ دُعائیں وہ اثر کریں گی کہ اگر پہاڑوں کو کہو گے کہ ہٹ جاؤ تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور اگر دریاؤں کو کہو گے کہ اپنا راستہ بدل دو تو وہ اپنا راستہ بدل دیں گے اگر ہماری جماعت کے لوگ اس طرح دُعائیں کریں تو دنوں میں ان کو وہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے جو سالوں میں ہو گی اور گھنٹوں میں وہ کامیابی ہو سکتی ہے جو مہینوں میں ہو سکتی ہے۔

(از خطبہ ۱۷ اپریل ۱۹۲۵ء)

چند خاص ورد اور دعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کو بعض مشکلات میں دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ درویشانہ سیرت سے ہر ایک نماز کے بعد گیارہ دفعہ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ پڑھیں اور رات کو سونے کے وقت معمولی نماز کے بعد کم سے کم اکتالیس دفعہ درود شریف پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھیں اور ہر ایک سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ یہ دعا پڑھیں۔

يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ پھر نماز پوری کر کے سلام پھیر دیں اور اپنے لئے دعا کریں۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول صفحہ ۳۴)

THE FIRST ISLAMIC SATELLITE CHANNEL

BROADCASTING ROUND THE CLOCK

AUDIO FREQUENCY		
URDU	:	6.50
ENGLISH	:	7.02
ARABIC	:	7.20
BENGALI	:	7.38
FRENCH	:	7.56
DUTCH	:	7.74
TURKISH	:	8.10

SATELLITE : INTELSAT 703 IS -703 AT 57* E
DECODER : C Band
POSITION : 57* East
POLARITY : Left Hand Circular
DISH SIZE : Max. 8 Ft
VIDEO FREQUENCY : 4177.5 Mhz
AUDIO FREQUENCY : 6.50 Mhz
E Mail : mta @ bitinternet . com

☆...... اگر آپ خود یا اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔
☆...... اگر آپ موجودہ فحاشی سے بھرپور ٹی وی چینلز سے بچ کر اپنی اور اپنے بچوں کی اخلاقی وروحانی پرورش کرنا چاہتے ہیں تو آپ ہمیشہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل

ہی دیکھئے۔ اس میں نماز سکھانے۔ قرآن مجید سکھانے کے علاوہ حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے درس القرآن۔ ترجمۃ القرآن و ہومیو پیتھی کلاس اور مجالس عرفان نشر ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں زبانیں سکھانے اور کمپیوٹر وسائنس سے متعلق دیگر معلومات سے بھرپور پروگراموں سے بھی آپ استفادہ کر سکتے ہیں۔

☆...... جماعت احمدیہ کا عربی رسالہ التقویٰ لنڈن۔ انٹرنیشنل الفضل لندن۔ جماعتی کتب اور دیگر معلومات Computer Internet پر دیکھ سکتے ہیں۔ جس کا نمبر اوپر دیا گیا ہے۔
☆...... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات۔ ہومیو پیتھک کلاسز اور دیگر ضروری پروگرام کی ویڈیو کیسٹ حاصل کرنے کیلئے نیچے لکھے پتہ جات پر رابطہ قائم کریں۔

نوٹ : ایم ٹی اے کی جملہ نشریات کاپی رائٹ © قانون کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ اس کے کسی بھی حصہ کی بلا اجازت اشاعت یا نشر خلافِ قانون ہے۔

NAZARAT NASHRO - ISSHAT
MTA QADIAN Mohalla Ahmadiyya Qadian -143516
Ph: 01872-20749 Fax : 01872 - 20105

MTA International , P.O. Box 12926, London SW 18 4ZN
Tel : 44-181 870 0922 Fax : 44 - 181 875 0249
Internet code : http://www.alislam.org/mta

ٹرائننگ و کمپوزنگ کرشن احمد مصباح الدین قادیان